تذکرۃ المحدثین

(جلد دوم)

اس میں چوتھی صدی ہجری کے نصف آخر سے آٹھویں صدی ہجری کے اکثر مشہور اور صاحب تصنیف محدثینِ کرام کے حالات وسوانح اور اُن کی خدمات کی تفصیل بیان کی گئی ہے

DATA ENTERED

مرتبہ

ضیاءُالدین اصلاحی

نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد

راولپنڈی — لاہور — ملتان — کراچی — سکھر — پشاور — کوئٹہ

فی شرح شفاء القاضی عیاض۔ یہ مبسوط ضخیم اور محققانہ شرح شہاب الدین احمد خفاجی (م ۱۰۶۹ھ) نے لکھی ہے اور ۴ جلدوں میں شائع ہوئی ہے (۲۰) ملا علی قاری (م ۱۰۱۶ھ) نے دو جلدوں میں شرح لکھی ہے (۲۱) شیخ الاسلام مولی اسحٰق بن شیخ الاسلام اسمٰعیل آفندی (م ۱۱۴۷ھ) نے شفا کا ترکی میں ترجمہ کیا ہے (۲۲) حرمین کے مفتش مولیٰ ابراہیم جنف نے بھی ترکی ترجمہ کیا ہے[1]۔ (۲۳) المدد الفیاض بنور شفاء۔ شیخ ہمام حسن عددی خمرادی (م ۱۲۷۶ھ) کی شرح[2] (۲۴) بعض مصنفین نے اس کی ساٹھ مسند حدیثوں کو ایک علیحدہ جزو میں جمع کیا ہے[3]۔

ایک اعتراض علامہ ذہبی نے الشفاء کے متعلق لکھا ہے کہ یہ موضوع اور واہی روایتوں اور حدیثوں سے پُر ہے، مصنف نے اس کی روایات میں زیادہ چھان بین اور نقد و تحقیق سے کام نہیں لیا ہے۔

شہاب نے اس اعتراض کو تسلیم نہ کرنے کے باوجود اس کا اعتراف کیا ہے کہ اس میں بعض ضعیف اور موضوع حدیثیں ہیں۔ حافظ سیوطی نے اپنی کتاب مناہل الصفافی تخریج احادیث الشفاء میں ان سب کی نشاندہی کر کے تنبیہ کی ہے[4]۔

ذہبی کا بیان گو غلو پر مبنی ہے، تاہم اس کی صداقت یک گونہ مسلم ہے، قاضی عیاض نے احادیث و اخبار کے نقد و تحقیق پر پورا دھیان نہیں دیا ہے[5]۔

---

[1] کشف الظنون ج ۲ [2] ہادی المسترشدین [3] الرسالۃ المستطرفۃ [4] مقدمہ الشفاء

Marfat.com

ابوالسعادات مبارک بن اثیر جزری

(متوفی ۶۰۶ھ)

نام ونسب | مبارک نام ابوالسعادات کنیت مجدالدین لقب اور نسب نامہ یہ ہے: مبارک بن محمد بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد[1]۔

ان کے والد محمد اثیر کہلاتے تھے۔ اس لئے ان کی اور ان کے دو بھائیوں کی ابن اثیر کے سے شہرت ہوئی۔

ولادت ووطن | ربیع الاول یا ربیع الثانی ۵۴۴ھ میں جزیرۂ ابن عمر میں پیدا ہوئے اور یہیں نشوونما پائی، پھر اپنے والد اور دیگر خاندانی متعلقین کے ساتھ موصل تشریف لائے اور وہاں مستقل بود و باش اختیار کرلی، واقدی کا بیان ہے کہ اہل برقعید میں سے ایک شخص عمر بن عبدالعزیز نے اس کو آباد کرایا تھا، اس لئے اس کو جزیرۂ ابن عمر کہا جاتا ہے، ابن خلکان لکھتے ہیں کہ مجھ کو ابن عمر کے بارے میں واقفیت نہیں ہے، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ جزیرہ امیر عراقین یوسف بن عمر ثقفی کی جانب منسوب ہے، بعد میں مجھ کو معلوم ہوا کہ اس کا تعلق برقعید کے عمر بن عبدالعزیز سے ہے، بعض تاریخوں میں اس کو عمر نامی ایک شخص کے دو بیٹوں اوس وکامل کا جزیرہ بتایا گیا ہے، لیکن ان دونوں کے متعلق بھی مجھ کو کوئی تحقیق نہیں ہوسکی، ابن المستوفی اپنی تاریخ میں عزالدین ابن ا کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ اوس وکامل کے جزیرہ سے تعلق رکھتے تھے، اور وہ دونوں عمر بن ارس ثعلبی سے

---

[1] ابن خلکان ج ۲ وطبقات الشافعیہ ج ۵

Marfat.com

بیٹے تھے [1] یاقوت کا بیان ہے کہ اس کے اولین بانی حسن بن عمر بن خطاب تھے [2]

خاندان ابن اثیر کا خاندان علم وفضل کا گہوارہ تھا، ان کے والد ماجد کو علم دین سے اشتغال تھا، اوران کے دو بھائی بھی ان ہی کی طرح علمی حیثیت سے ممتاز اور صاحب کمال تھے، ضیاء الدین بن اثیر صاحب المثل السائرہ نامور ادیب وانشاپرداز اور عزالدین صاحب "تاریخ کامل" بے نظیر مورخ تھے۔

نسبتیں شیبانی، اربلی، موصلی اور جزری ان کی نسبتیں ہیں [3] ان میں اول الذکر خاندان کی جانب اور باقی شہروں کی جانب ہیں، لیکن جزری سب نسبتوں سے زیادہ مشہور ہے، یہ جزیرہ ابن عمر کی جانب نسبت ہے۔

اساتذہ چند مشہور استادوں کے نام یہ ہیں :۔

ابوالقاسم صاحب ابن الخل بغدادی، ابومحمد سعید بن مبارک بن ذہان، ابوالفضل عبداللہ بن احمد الخطیب الطوسی موصلی، عبدالمومن بن کلیب، عبدالوہاب بن سکینۃ یحییٰ بن سعدون قرطبی [4]

تلامذہ ان کے فرزندوں کے علاوہ شہاب قوصی اور فخرالدین بن بخاری وغیرہ کو ان سے شرف تلمذ حاصل ہے [5]

طلب علم کے لئے سفر ان کے بغداد اور مختلف ولایات میں جانے اور وہاں کے علماء وفضلاء سے استفادہ کرنے کا ذکر ملتا ہے [6]

حدیث میں بلند پائیگی ابن اثیر نامور محدث اور فقہ ومعرفت حدیث میں یکتا تھے، حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ انہوں نے بیشمار حدیثیں سنیں اوران کی روایت کی، حدیثوں کے نقد وتمیز کے ماہر اور رجال وعلل کے واقف کار تھے، تذکرہ نگاروں نے اس فن اور اس کے متعلقہ علوم میں ان کی عظمت کا اعتراف کیا ہے [7]

---

[1] ابن خلکان [2] معجم البلدان [3] شذرات المذہب، ج ۵ [4] ابن خلکان وطبقات ابن سبکی ج ۵
[5] ایضاً [6] بغیۃ الوعاۃ [7] الکامل ج ۱۲ والبدایہ ج ۳

Marfat.com

قرآنی علوم تفسیر اور قرآنی علوم کے بھی ماہر تھے۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں :۔

وقرأ القرآن واتقن علومه وحررها[1] — قرآن مجید کا مطالعہ کیا اور اس کے علوم میں مہارت بہم پہنچائی اور ان کو قلمبند کیا۔

فقہ اُن کے چھوٹے بھائی مورخ ابن اثیر نے اُن کو فقہ کا عالم بتایا ہے، اور دوسرے ارباب نے بھی اس میں ان کے کمال و امتیاز کا ذکر کیا ہے[2]

لغت عربیت اور نحو لغت عربیت اور نحو وغیرہ میں بھی صاحب کمال تھے، مورخ ابن اثیر لکھتے ہیں :۔

وکان عالما فی عدة علوم منها الفقه والاصول والنحو والحدیث واللغة۔ — وہ متعدد علوم جیسے فقہ، اصول نحو، حدیث، نحو اور لغت وغیرہ کے متبحر عالم تھے۔

ابنِ عماد فرماتے ہیں، انہوں نے حدیث کا سماع اور فقہ و حدیث اور ادب کی تحصیل کی[3]

ادب و انشاء ادب و انشاء کے فن سے خاص مناسبت تھی، اور ان کا شمار مشہور و ممتاز ادب اور انشاء پردازوں میں ہوتا ہے، ان کے بھائی مورخ ابن اثیر کا بیان ہے کہ وہ ماہر کاتب اور انشاء تھے، ابن سبکی نے ان کو انشاء پردازی میں بارع کہا ہے، ابنِ خلکان وغیرہ نے بھی انشاء پردازی ان کی جودت کا ذکر کیا ہے، اس کمال کی بناء پر مدتوں امراء کے دربار میں کتابت و انشاء کے فرائض ان کے متعلق رہے[4]

شعر و سخن موزوں طبع بھی تھے اور کبھی کبھی شعر کہتے تھے۔

حساب و ریاضی حساب و ریاضی جیسے خشک فن سے بھی ان کو اشتغال تھا اور اس میں کئی تصنیفات ان سے یادگار ہیں، علامہ ابن خلکان کا بیان ہے کہ وہ فن حساب و انشاء کے عالم[5]

جامعیت اور اعتراف کمالات مندرجۂ بالا تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ گوناگوں فنون کے جامع تھے، مورخ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ان کو متعدد علوم سے واقفیت تھی، حافظ ا

---

[1] البدایہ ج ۱۳ [2] الکامل وابن خلکان ج ۲ و شذرات الذہب ج ۵ [3] ایضاً [4] الکامل ج ۱۲ و ابن خلکان و شذرات الذہب ج ۵ [5] ایضاً

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ وہ سارے علوم میں جامع اور مختلف فنون میں صاحب تصنیفات تھے، علمائے فن اور ارباب سیر نے ان کی جامعیت، فضل وکمال، عظمت، بلند پائیگی، اور گوناگوں علوم میں مہارت وغیرہ کا اعتراف کیا ہے، ابوالبرکات بن مستوفی کا بیان ہے کہ وہ معتمد ترین علماء مشاہیر ویگانہ روزگار فضلاء نامور ارباب فن اور جلیل القدر اصحاب کمال میں تھے، اُن کے انہی کمالات اور گوناگوں محاسن نے ان کی ذات کو مرجع خلائق اور شائقین علوم کا مرکز بنا دیا تھا، ابن خلکان کا بیان ہے کہ گوشہ نشینی اور معذوری کے زمانہ میں ان کے گھر پر علماء وفضلاء کا اژدہام رہتا تھا۔[1]

فقہی مذہب شافعی المذہب تھے، علامہ ابن سبکی نے ان کا اپنی کتاب طبقات میں ذکر کیا ہے۔

تدین وتقویٰ علمی کمالات کے ساتھ ساتھ وہ زہد وارتقاء سے بھی متصف تھے۔ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے، ان کے بھائی کا بیان ہے کہ وہ متدین اور جادۂ مستقیم پر گامزن تھے، اور اُن کا گھر صوفیاء کی سرائے اور عبادت گزاروں کے لئے وقف رہتا تھا۔[2]

حسن خلق اوصاف حمیدہ اور اخلاق فاضلہ کے پیکر تھے اور لوگوں کے ساتھ خوش خلقی اور حسن سلوک سے پیش آتے تھے، ابن عماد لکھتے ہیں :۔

وکان ذا برو احسان[3] وہ لوگوں کے ساتھ نیک اور عمدہ برتاؤ کرتے تھے

امراء سے تعلقات اور شاہی درباروں سے توسل ابن اثیر امراء وسلاطین سے بھی متوسل رہے، اور ان کو اپنے زمانہ کے موصل کے تمام امراء کے یہاں رسوخ حاصل تھا، پہلے وہ امیر مجاہدالدین قایماز[4] کے دربار سے وابستہ اور اس کے منشی رہے۔ امیر کی وفات تک اس خدمت پر مامور رہنے کے بعد صاحب موصل عزالدین مسعود بن مودود نے ان کو دیوان رسائل کا محکمہ دیا، جب عزالدین کی وفات ہوئی اور اس کا لڑکا نورالدین ارسلان امیر ہوا تو وہ اس کے دربار سے متعلق ہوگئے، ارسلان ان کو بہت مانتا اور انعام واکرام سے نوازتا رہا، اس کے یہاں

---

[1] ایضاً [2] الکامل ج ۱۲ [3] شذرات الذہب ج ۵ [4] قایماز گو امیر موصل سیف الدین غازی مودود کا نائب تھا، مگر عملاً وہی اصلی سلطان تھا، کیونکہ سیف الدین نے اس کی قابلیت، لیاقت، حسن خدمت اور عمدہ کارگزاری کی وجہ سے تمام معاملات اسی کو سپرد کر دیئے تھے (دیکھو ابن خلکان ج ۲)

Marfat.com

بھی وہ کتابت و انشاء کے محکمہ پر فائز تھے، لیکن جب معذور ہوگئے اور کام کرنے کے لائق اور چلنے پھرنے کی سکت نہ رہ گئی تو اس خدمت سے سبکدوش ہوگئے۔ ابنِ کثیر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ نورالدین کی امارت کے شروع زمانہ ہی میں انہوں نے سبکدوشی حاصل کرلی تھی، چنانچہ پہلے اس نے اپنے غلام لولو سے کہلایا کہ وہ وزارتِ انشاء کے محکمہ کا چارج لے لیں، انکار کرنے پر وہ خود گیا۔ مگر انہوں نے معذرت کی کہ میں بوڑھا ہوگیا ہوں اور اس کام کے لئے ایک گونہ سخت گیری اور شدت سے کام لینا پڑتا ہے، جواب میرے لئے ممکن نہیں ہے، اس عذر کی بنا پر اس نے ان کو معاف کر دیا۔[1]

غالباً آخر عمر میں وہ امراء کی صحبت سے متنفر اور کنارہ کش ہوگئے تھے۔

سرائے کی تعمیر موصل کے قریب ایک گاؤں میں انہوں ایک سرائے تعمیر کرائی اس کا نام قصر حرب تھا، اس پر انہوں نے اپنی املاک اور جائیداد کا بڑا حصہ وقف کر دیا تھا۔

بیماری اور خانہ نشینی آخر میں ان کو ایک بزمن مرض نقرس (گھٹیا) لاحق ہوگیا تھا، اس کی وجہ ہاتھ اور پاؤں مفلوج اور بے کار ہوگئے تھے، اور وہ چلنے پھرنے اور لکھنے پڑھنے سے بھی بالکل معذ ہوگئے تھے، بعض مورخین کا بیان ہے کہ پہلے ان پر فالج کا حملہ ہوا، اس سے ان کا نصف جسم ش ہوگیا، پھر گھٹیا کی بیماری ہوئی، اور ہاتھ پاؤں حرکت اور جنبش کے لائق نہیں رہ گئے، اس زمانہ میں وہ مستقل خانہ نشین ہوگئے تھے، علماء اور طلباء فن ان سے استفادہ کے لئے یہیں تشریف لا تھے، اگر کہیں جانا ہوتا تو ڈولی میں بیٹھ کر جاتے۔ ان کے بھائی عزالدین کا بیان ہے کہ بیماری ایام میں بلاد مغرب سے ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں آپ کا علاج کروں گا دوا کی قیمت اس وقت لوں گا جب آپ کو مکمل فائدہ ہوجائے گا، ہم لوگ اس پر راضی ہوگ چنانچہ اس نے ایک تیل تیار کرکے علاج شروع کیا، جب قدرے افاقہ ہوا اور ہاتھ پاؤں کچھ لچک اور نرمی ہوگئی اور وہ پھیلنے لگے تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ "اسے کچھ معاوضہ دے

---

[1] ابن خلکان ج ۲ [2] البدایہ والنہایہ ج ۱۳ [3] ابن خلکان ج ۲ و طبقات الشافعیہ ج ۵

Marfat.com

واپس کر دو"، میں نے عرض کیا کہ "جب علاج سے فائدہ ہو رہا ہے تو ایسا کیوں کیا جائے؟" اس بیماری کی وجہ سے مجھے بڑا آرام اور سکون ملا ہے، امراء و روسا کے یہاں آمد و رفت سے نجات مل گئی ہے، اس سے پہلے ان لوگوں کے یہاں حاضری دینی پڑتی تھی اور خودداری اور عزتِ نفس کے خلاف کام کرنا پڑتا تھا، مگر اب میں اپنے گھر میں راحت سے بیٹھا ہوں اور نفس کی ذلت و رسوائی سے چھٹکارا مل گیا ہے، حکام و امراء کو ضرورت ہوتی ہے، تو خود آکر مجھ سے صلاح و مشورہ کر جاتے ہیں، میرے اس آرام و سکون کا سبب یہی بیماری ہے، اس لئے اس کا ازالہ اور علاج کرانا پسند نہیں کرتا، اب عمر ہی کتنی باقی ہے، جو کچھ رہ گئی ہے، اسے تو آزادی اور اطمینان کے ساتھ بسر کرنے دو، مجھے اپنی ذلت و محکومی کا پورا پورا بدلہ اور فائدہ مل چکا ہے، ان کی اس تقریر کو سن کر مجھے قائل ہو جانا پڑا اور میں نے ان کے علاج کا ارادہ ترک کر کے اور معالج کو صلہ دے کر واپس کر دیا۔[1]

وفات اسی معذوری اور خانہ نشینی کے زمانہ میں ۶۰۶ھ میں ذی الحجہ کی آخری تاریخ جمعرات کو موصل میں انتقال کیا اور اپنی رباط میں دفن کئے گئے۔[2]

تصنیفات علامہ ابن اثیر نے متعدد کتب و رسائل تالیف کئے، ان کی تمام تصنیفات، اسلوب بیان اور حسن تحریر کے لحاظ سے دلکش ہیں، بعض مورخین کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنی تمام کتابیں معذوری اور خانہ نشینی کے زمانہ میں تالیف کیں، اس زمانہ میں ان کو پوری یکسوئی حاصل تھی، اور طلبہ کا جم غفیر رہتا تھا۔ ان کو وہ املاء کرا دیتے تھے، اور طلبہ کتابوں کی مراجعت اور حوالوں کے نقل و اقتباس میں ان سے پورا تعاون کرتے تھے۔[3]

ابن اثیر کی کتابوں کے نام یہ ہیں :-

(۱) کتاب الاذواد الذوات۔ اس کا نام کتاب البنین والبنات والآباء والامہات والاذواد الذوات اور المرصع وغیرہ بھی ہے، فن رجال کی کتاب ہے اس میں ناموں کا ذکر اور تشریح ہے، جن کی جانب اب، ابن اور ذو وغیرہ منسوب ہیں، یہ کتاب ۱۸۹۶ء میں دیاد

---

[1] تاریخ ابن خلکان ج ۲ ص ۲ [2] ایضاً و شذرات الذہب ج ۵ ص ۳ ایضاً

Marfat.com

سے مفصل فہرست کے ساتھ شائع ہوئی ہے، سیوطی نے اس کی تلخیص کی تھی۔[1] (۲) کتاب الانصاف فی الجمع بین الکشاف۔ یہ چار جلدوں میں کلام مجید کی ضخیم تفسیر ہے، اس میں ابو اسحٰق احمد بن ابراہیم ثعلبی (م ۴۳۰ھ) کی تفسیر الکشف والبیان اور ابوالقاسم جاراللہ محمود بن عمر زمخشری (م ۵۲۸ھ) کی الکشاف عن حقائق التنزیل کا ماحصل جمع کر دیا ہے۔[2] (۳) کتاب الباہر فی الفروق فی النحو۔ یا الفروق والابنیہ۔ فن نحو میں ہے (۴) کتاب البدیع۔ یہ بھی فن نحو میں ہے اور تہذیب فصول ابن الدھان یا شرح فصول ابن الدھان بھی اس کے نام ہیں، ابو محمد سعید بن مبارک نحوی نے ایک مختصر اور دوسری ضخیم اور مبسوط کتاب لکھی تھی، ابن اثیر نے ان کی تہذیب و تشریح کی ہے، یہ واقعی اسم یا مسمی ہے، اور اس کی ترتیب و تبویب نہایت عمدہ عجیب ہے[3] طاش طبری زادہ نے البدیع اور تہذیب فصول الدھان کو دو کتابیں بتایا ہے (مفتاح السعادہ) (۵) تحفۃ الرسائل۔ یہ غالباً فکاہات اور ادبی ظرائف وغیرہ سے متعلق رسائل ہیں۔ جو مختلف النوع اجتماعی و تاریخی فوائد و معلومات پر مشتمل ہیں، اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خدیویہ مصر میں ۲۵۲ صفحے کا ہے[4] (۶) دیوان رسائل۔ غالباً یہ اور تحفۃ الرسائل ایک ہی رسالہ ہے (۷) رسائل فی الحساب۔ حساب و ریاضی میں رسالوں کا مجموعہ ہے (۸) کتاب الشافی شرح مسند الشافعی۔ امام شافعی کی مسند کی حدیثوں کی شرح، ان کے معانی کی وضاحت، سے مستنبط ہونے والے احکام و مسائل اور لغوی تحقیق اور نحوی مباحث وغیرہ کا ذکر اور تقریباً ایک سو کراسہ پر مشتمل ہے[5] (۹) شرح غریب الطوال۔ صرف ابن سبکی نے کا نام لکھا ہے (۱۰) کتاب صنعۃ الکتابۃ۔ فن انشاء میں ہے (۱۱) کتاب المختار فی مناقب الاخیار۔ یہ چار جلدوں میں ہے۔ اور غالباً ابرار و اخیار کے مناقب و حالات پر مشتمل ہے (۱۲) کتاب المصطفیٰ والمختار فی الادعیۃ والاذکار۔ اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ

---

[1] تاریخ آداب اللغۃ العربیہ ج ۳ و معجم المطبوعات [2] کشف الظنون و ابن خلکان ج ۲ [3] کشف الظنون ج ۲ [4] تاریخ آداب اللغۃ العربیہ ج ۳ [5] کشف الظنون ج ۲

Marfat.com

اذکار کا مجموعہ ہے، ممکن ہے اس میں وہ دعائیں اور کلماتِ اذکار ذکر کئے گئے ہوں جو حدیثوں میں وارد ہیں (۱۳) النہایہ فی غریب الحدیث والاثر۔ یہ غریب الحدیث میں مشہور اور بلند پایہ کتاب ہے، علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ اس فن کی مشہور و متداول اور عمدہ و جامع کتابوں میں النہایہ بھی ہے[1] طاش کبریٰ زادہ لکھتے ہیں کہ "اس موضوع پر ایسی عمدہ اور بے نظیر کتاب نہیں لکھی گئی"[2] اس میں متقدمین کی کتابوں کا ماحصل جمع کرکے اس پر مفید اضافہ کیا گیا ہے، خصوصاً ہروی اور ابوموسیٰ مدینی اصفہانی کی کتابوں سے جو اس فن کی امہات کتب میں ہیں، یہ ماخوذ و منقول ہے، ابن اثیر نے ان کتابوں کے حوالے بھی دیئے ہیں۔

"النہایہ" کو لغت کی کتابوں کے انداز پر حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق مرتب کیا گیا ہے اور اس میں حدیثوں کے مشکل اور غریب الفاظ کا ذکر کرکے ان کے معانی بیان کئے گئے ہیں اور ہر لفظ کی تشریح سے پہلے حدیث کا وہ ٹکڑا بھی نقل کیا گیا ہے، جس میں یہ لفظ آیا ہے لغات کی تحقیق و تشریح کے لئے دوسری حدیثوں سے نظائر اور ائمہ لغت اور شارحین حدیث کے بیانات بھی نقل کئے گئے ہیں۔

اس میں صرف صحاح کی حدیثوں ہی کے مشکل الفاظ کی تشریح نہیں کی گئی ہے، بلکہ سنن، جوامع، مسانید اور مصنفات وغیرہ کی حدیثوں کے غریب الفاظ بھی درج ہیں، شروع میں ایک مقدمہ ہے، اس میں الفاظ حدیث کی معرفت کی ضرورت، رسول اکرمؐ کی فصاحت و لغت، فتوحات کے بعد اہل عرب کے دوسری قوموں سے اختلاط کے نتیجہ میں غیر زبانوں کے الفاظ کے عربی زبان میں داخل ہونے اور اس فن کی مشہور اور اہم کتابوں کی خصوصیات وغیرہ کا ذکر ہے۔[3]

"النہایہ" ۱۲۶۹ھ میں طہران سے ایک ضخیم جلد میں چھپی تھی، ۱۳۰۸ھ میں قاہرہ سے چار جلدوں میں شائع ہوئی، اس ایڈیشن میں حاشیہ پر امام راغب اصفہانی کی مفردات اور ابو احمد

غریب الرادی [2] مفتاح السعادۃ ج ۱ [3] مقدمہ النہایہ۔

Marfat.com

عسکری کی تصحیفات المحدثین بھی شامل تھیں۔ ۱۳۱۱ھ میں مصر کے مطبع عثمانیہ نے اس کو چار جلدوں میں عبدالعزیز بن اسماعیل الہطاوی انصاری کی تصحیح کے بعد شائع کیا ہے۔ اس کے حاشیہ پر علامہ سیوطی کی تلخیص الدر النثیر بھی چھپی ہے اور ۱۳۲۲ھ میں مطبع خیریہ نے اس کو چار جلدوں میں شائع کیا ہے[1]۔ اس کی بعض تلخیصوں اور مختصر کے نام یہ ہیں :-

(۱) محمود بن ابوبکر ارموی (م ۷۲۳ھ) اس نے اس کا ذیل لکھا جو دراصل النہایہ کا تکملہ ہے (۲) جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ) نے اس کی تلخیص کی، اس کا نام الدر النثیر ہے۔ یہ النہایہ کے حاشیہ پر مطبع عثمانیہ سے ۱۳۱۱ھ میں شائع ہو چکی ہے، اس میں اصل کے حشو و زوائد اس طرح حذف کئے گئے ہیں کہ کوئی بات چھوٹنے نہیں پائی ہے، علاوہ ازیں ابن اثیر نے جن باتوں کو نظر انداز کر دیا تھا اس میں ان کا اضافہ کر دیا گیا ہے (۳) علامہ سیوطی نے النہایہ کا ذیل بھی لکھا تھا (۴) عیسیٰ بن محمد صفوی (م ۹۵۳ھ) نے مختصر لکھا تھا، جو اصل کتاب کے نصف حجم کے برابر ہے (۵) شیخ علی حسام الدین الہندی المعروف بالمتقی نے مختصر لکھا[2]

(۱۴) جامع الاصول فی احادیث الرسول۔ یہ علامہ ابن اثیر کی سب سے مشہور و مقبول کتاب ہے، اس میں انہوں نے حدیث کی چھ امہات کتب کی روائتوں کو جمع کیا ہے، اور یہ دس جزو پر مشتمل ہے، ان سے پہلے زرین بن معاویہ نے بھی اسی نوعیت کی کتاب مرتب کی تھی اور اس کو بڑی شہرت و مقبولیت بھی حاصل ہوئی تھی۔ ابن اثیر کی کتاب دراصل اس کا تکملہ ہے، علامہ ابن خلکان فرماتے ہیں "اس میں صحاح ستہ کی روایتوں کو جمع کیا گیا ہے، یہ اگرچہ زرین بن معاویہ کی کتاب کی طرح ہے، مگر اس میں بے شمار اضافے کئے گئے ہیں[3]" خود ابن اثیر لکھتے ہیں :-

"امام زرین کی کتاب بڑی جامع اور نہایت مفید ہے، کیونکہ انہوں نے اس میں امہات کتب یعنی صحاح ستہ کی روایات کو جمع کیا ہے، اس لئے مجھ کو اس سے بڑا اشتغال ہو گیا، تتبع سے معلوم ہوا کہ اس میں بعض حدیثیں ایسے ابواب میں ذکر کی گئی ہیں جن کو دوسرے

---

[1] معجم المطبوعات ج ۱ و اکتفاء القنوع [2] کشف الظنون ج ۲ [3] ابن خلکان ج ۲

Marfat.com

ذکر کرنا زیادہ بہتر تھا، اور بعض حدیثوں کے نقل میں تکرار سے کام لیا گیا ہے۔ اور بعض کو سرے سے نقل ہی نہیں کیا گیا ہے علاوہ ازیں بعض ایسی حدیثیں بھی مجھ کو ملیں جو اصل ماخذ یعنی صحاح میں موجود نہیں ہیں۔ اس کی وجہ نسخوں کا فرق، حدیثوں کے طرق کا اختلاف اور مصنف کا اپنی کتاب کی ترتیب میں صحیح بخاری پر اعتماد ہے، ان ہی اسباب کی بنا پر مجھ کو زرین کی کتاب کی ترتیب و تہذیب میں اس میں صحاح کی ان روایتوں کا اضافہ کر دینے کا خیال ہوا جو اس میں شامل ہونے سے رہ گئی ہیں[1] اس لحاظ سے اس کی نوعیت گویا خود ایک مستقل کتاب کی ہو گئی ہے، اور گو زرین کو تقدم کا شرف ضرور حاصل ہے مگر ابن اثیر کی کتاب اس کے مقابلہ میں زیادہ جامع اور مستند ہے، چنانچہ صاحب تیسیر الوصول لکھتے ہیں :۔

"میں قدیم و جدید ائمہ کی اکثر کتب حدیث سے واقف ہوں مگر مجھ کو جامع الاصول سے زیادہ جامع اور عمدہ کوئی کتاب نظر نہیں آئی، مصنف نے اس کو بڑی خوبی اور عمدہ ڈھنگ سے مرتب کیا ہے، اور یہ گوناگوں فوائد پر مشتمل ہے[2]

جامع الاصول کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ یہ حدیث کی چھ مستند معتبر کتابوں کی جامع ہے یعنی موطا[3] امام مالک، صحیحین، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی اور سنن نسائی وغیرہ کی روایات و احادیث کا مجموعہ ہے، اسی خصوصیت کی وجہ سے اس کو اسلامیات کی اہم اور حدیث کی بنیادی کتابوں میں شمار کیا جاتا ہے، بعض علماء کا خیال ہے کہ اس طرز پر ایسی عمدہ کتاب نہ پہلے لکھی گئی ہے اور نہ آئندہ لکھی جائے گی[4]

ابن اثیر نے محض صحاح ستہ کی حدیثوں کو جمع کرنے ہی پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ ان کی شرح بھی کی ہے، اور ان کے فنی مسائل و مشکلات سے اور ان سے متعلقہ مباحث کی جانب بھی اعتناء کیا ہے، اور حدیثوں سے مستنبط ہونے والے احکام بھی تحریر کئے۔

---

[1] کشف الظنون ج ۲ ص ۴۵ مقدمہ تیسیر الوصول [2] ابن اثیر نے سنن ابن ماجہ کے بجائے موطا امام مالک کو صحاح ستہ میں شمار کیا ہے، شاہ عبدالعزیز صاحبؒ فرماتے ہیں والحق معہ یعنی صحیح قول ابن اثیر کا ہے۔ اس کے متعلق مفصل بحث مقدمہ کی پہلی جلد میں امام ابن ماجہ کے تذکرہ میں گزر چکی ہے [4] منتاح السعادۃ ج ۱۔

Marfat.com

شاہ عبدالعزیز صاحب تحریر فرماتے ہیں :۔

ابن اثیر نے جامع الاصول میں صحاح ستہ کی حدیثوں کو جمع کیا ہے، اور غریب الفاظ کی شرح اور مشکلات کو ضبط بھی کیا ہے، اور روایان حدیث کے ناموں اور دوسرے متعلقات فن کو بھی بیان کیا ہے، اس لحاظ سے یہ گویا صحاح ستہ کی شرح ہے، جس طرح کہ مشارق الانوار طبقہ اولیٰ کی تینوں کتابوں (موطا اور صحیحین) کی شرح ہے [1]

خود ابن اثیر فرماتے ہیں :۔

زرین کی کتاب کی تہذیب و ترتیب ابواب اور اس پر اضافے کے علاوہ اس میں غریب الفاظ کی شرح اور اعراب و معانی کی وضاحت بھی کی گئی ہے [2]

جامع الاصول مندرجہ ذیل تین حصوں میں ہے (۱) مبادی (۲) مقاصد (۳) خاتمہ۔

پہلے حصہ میں چار فصلیں اور ایک مقدمہ ہے، مقدمہ میں علم حدیث کے اصول و قواعد اور اصطلاحات وغیرہ کا ذکر ہے، اور فصلوں میں علم حدیث کی نشر و اشاعت اور جمع و تدوین، کتب حدیث کی تصنیف و تالیف کے اغراض و مقاصد، متاخرین کے متقدمین محدثین کی کتابوں کے خلاصے مرتب کرنے اور جامع الاصول کے مقصدِ تصنیف وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے۔

کتاب کی تبویت و ترتیب کے متعلق مصنف کا خود بیان ہے کہ :۔

" میں نے مسانید کے بجائے اس کو ابواب پر مرتب کیا ہے، اور ابواب معانی کے لحاظ سے قائم کئے گئے ہیں، پس جو حدیث کسی ایک ہی معنی پر دلالت کرتی ہے اس کو میں نے اسی کے باب میں شامل کیا ہے لیکن اگر حدیث گوناگوں معانی پر مشتمل ہے تو اس کو میں نے آخر میں ایک مستقل کتاب کے اندر ذکر کیا ہے، اور اس کا نام کتاب اللواحق رکھا ہے، میں نے جملہ کتب کو ابواب فصول میں احادیث کے معانی کے اختلاف کے اعتبار سے تقسیم کر دیا ہے، اور چونکہ کتب کی تر زیادہ ہے، اس لئے ان کو میں نے حروف پر مرتب کیا ہے، چنانچہ کتاب الایمان والا

---

[1] عجالہ نافعہ مع فوائد [2] کشف الظنون ج ۱

ورکتاب الایلا کوائف کے بیان میں رکھا ہے، حرفوں کے آخر کے لحاظ سے ایک ایسی فصل قائم کی گئی ہے جس سے کتاب کے ابواب کے مواضع و مقامات پر استدلال کیا جاسکتا ہے، ہر اثر و حدیث کے راوی کا نام بھی کتاب کے حاشیہ پر حدیث کے مقابل میں اس کے شروع ہی میں دیدیا ہے۔ پھر ائمہ صحاح میں سے جس نے اس روایت کی تخریج کی ہے، اس کے نام کو ظاہر کرنے والی علامت بھی دے دی ہے، متن کے محتاج تشریح الفاظ و کلمات کو حاشیہ پر ذکر کرکے ان کی تشریح کردی ہے، میں نے حدیثوں کی سندوں کو حذف کردیا ہے، اور محض صحابی کے نام لکھے ہیں، اور آثار کے سلسلہ میں اُس شخص کا نام ذکر کیا ہے، جس نے صحابی سے اس کی روایت کی ہے۔ ہر کتاب کے آخر میں یک علیٰحدہ باب کے اندر مذکورین کے ناموں کو حروف تہجی کے مطابق جمع کیا گیا ہے۔ رہا متن تو اس میں صرف حدیث یا اثر ہی کو درج کیا گیا ہے، تابعین اور ائمہ کے اقوال شاذ و نادر ہی نقل کئے گئے ہیں لبتہ امام رزین نے اپنی کتاب میں امام مالک کی فقہ کا ذکر کیا ہے[1] جامع الاصول کی اہمیت کی وجہ سے اس کے کئی مختصرات لکھے گئے ہیں، ان کے نام یہ ہیں :-

(۱) ابوجعفر محمد مروزی استرآبادی نے ۲۸۲ھ میں جامع الاصول کو مختصر کیا تھا اس وقت ن کی عمر ۶۹ سال تھی، اس کی ترتیب اصل کتاب ہی کے نہج کے مطابق ہے۔ (۲) شریف الدین والقاسم ہبتہ اللہ بن عبدالرحیم بازری حموی شافعی (م ۶۳۸ھ) کا مختصر جو تجرید جامع الاصول کے نام سے موسوم ہے، مصنف نے اس میں غریب کی شرح، اعراب کی وضاحت اور تکرار وغیرہ کو حذف کر یا ہے، یہ ربع کتاب کے بقدر ہوگی اور حسن اختصار اور قابل استناد ہونے کی وجہ سے طلبۂ فن میں تداول ہے۔ (۳) شیخ صلاح الدین خلیل بن کیکلدی علائی دمشقی (م ۷۶۱ھ) کا مختصر جو تہذیب صول کے نام سے مشہور ہے۔ (۴) شیخ عبدالرحمٰن بن علی الشہیر بابن الربیع الشیبانی (م ۹۴۴ھ) تیسیر الوصول الی جامع الاصول کے نام سے اس کا مختصر لکھا۔ یہ مختصر ہونے کے باوجود نہایت ہ ہے، مصنف کا خود بیان ہے کہ یہ اصل کے ثلث کے بقدر ہے، اور اختصار کے ساتھ

---

[1] کشف الظنون ج ۱۔

Marfat.com

ساتھ حسن بیان اور لطف عبارت کو مدنظر رکھا گیا ہے، مصنف نے جن مباحث کو مفصل اور زیادہ شرح وبسط کے ساتھ لکھا تھا، ان کا میں نے خلاصہ بیان کر دیا ہے۔" اس کی تالیف سے ۱۶ میں فراغت ہوئی، یہ دو جلدوں میں ہے، اور اس کو حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق مرتب کیا گیا ہے۔ کلکتہ سے ۱۲۵۲ھ میں چھپی تھی، لکھنؤ کے مطبع منشی نولکشور سے بھی یہ کئی دفعہ چھپی ہے اور ۱۸۹۶ء میں مطبع نولکشور کانپور نے اس کو شائع کیا تھا، نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم لکھتے ہیں

" غرض یہ مختصر تعریف وتوصیف سے مستغنی ہے، میرا ارادہ ہے کہ اس کی شرح فارسی زبان میں لکھوں تاکہ اس بہانہ سے پروانۂ نجات حاصل کروں اور اللہ کے ہاتھ ہی توفیق ہے"[1]

لیکن غالباً نواب صاحب کو اس کی شرح لکھنے کا موقع نہیں ملا۔

(۵، ۶) شیخ احمد بن رزق اللہ انصاری حنفی اور علامہ محمد بن طاہر پٹنی نے بھی اس کے مختصر لکھے تھے۔ (۷) شیخ مجدالدین ابوطاہر محمد بن یعقوب فیروز آبادی (م ۸۱۷ھ) نے اس کے زوا مرتب کئے۔ اس کا نام تسہیل طریق الوصول الی الاحادیث الزائدۃ علی جامع الاصول، اس کو ناصر بن اش صاحب یمن کے لئے تالیف کیا تھا۔ (۸) جامع الاصول کے غریب کے متعلق ایک کتاب محب الدین احمد بن عبداللہ طبری (م ۶۹۴ھ) نے لکھا تھا[2]

---

[1] اتحاف النبلا [2] کشف الظنون ج ۱ والرسالۃ المستطرفہ

ضیاء مقدسیؒ

(م ۶۴۳ھ)

نام ونسب محمد نام، ابوعبداللہ کنیت اور ضیاء الدین لقب تھا، نسب نامہ یہ ہے:۔ محمد بن عبدالواحد بن احمد بن عبدالرحمٰن بن اسماعیل بن منصور[1]

ولادت ووطن ۵ جمادی الاخری ۵۶۹ھ کو بیت المقدس میں پیدا ہوئے، اسی لئے مقدسی کہلاتے تھے، وہ سعدی اور صالحی کی نسبتوں سے بھی مشہور ہیں، مگر اس کی تحقیق نہیں ہو سکی کہ یہ قبائل واشخاص کی جانب نسبتیں ہیں یا مقامات کی طرف[2]

اساتذہ شیوخ کے نام یہ ہیں:۔

ابن الاخضر، ابن جوزی، ابن سکینہ، ابوجعفر صیدلانی، ابوالقاسم بوصیری، ابوالمجد البانیاسی، ابوالمظفر سمعانی، ابوالمعالی بن صابر، احمد بن موازینی، عبدالباقی بن عثمان، حافظ عبدالغنی، عبدالمعز بن محمد بزار، عمر بن علی جوینی، فاطمہ بنت سعد الخیر، مبارک بن معطوس، مؤید طوسی، یحییٰ ثقفی۔

حافظ عبدالغنی کے خاص شاگرد تھے، اور حافظ سلفی، ثہدہ اور ابن بری وغیرہ نے اُن کو روایت کی اجازت دی تھی[3]

تلامذہ ابن نجار، ابن نقطہ، شرف بن نابلسی، عمر بن حاجب اور فخر بخاری وغیرہ ان کے تلامذہ میں تھے[4]

---

[1] شذرات الذہب ج ۵ [2] ایضاً [3] ایضاً وتذکرہ ج ۴ ص ۱۰۴ [4] تکملہ تذکرۃ الحفاظ ص ۱۴۰

Marfat.com

رحلت وسفر | بغداد، دمشق، مصر، ہمدان، اصبہان، مرو، حلب، حران، موصل اور مکہ معظمہ وغیرہ کا سفر کیا، اور ان جگہوں کے علماء و اصحابِ کمال سے استفادہ کیا، اصبہان دو دفعہ گئے، وہاں کے علماء سے فیض یاب ہوئے، بے شمار اہم کتابیں نقل کیں، اور گوناگوں اصول و فوائد کی تحصیل

علم وفن سے اشتغال | ضیاء مقدسی کو علم وفن سے غیر معمولی اشتغال تھا، ابن نجار کا بیان ہے میں نے طلب وتحصیل علم کا ان سے زیادہ شوقین کسی کو نہیں پایا۔ ابن رجب فرماتے ہیں کہ انہوں نے پانچ سو سے زیادہ شیوخ کی کتابیں نقل کیں، علم وفن سے غیر معمولی انہماک کی بناء پر انہوں نے کتب خانہ اور ایک مدرسہ قائم کیا تھا، اس کا ذکر آگے آئے گا[۲]

حفظ وضبط | ان کے حافظ و ضابط اور ثقہ وثابت ہونے پر علمائے فن کا اتفاق ہے، حافظ لکھتے ہیں کہ" محدثین نے ان کے حافظہ کی تعریف کی ہے، اوزکی برزالی نے ان کو ثقہ، ابنِ نجیب نے متقن، ثابت، ثقہ، حجت، صدوق اور نبیل کہا ہے، ان کے شاگرد عمر بن حاجب کا بیان ہے کہ وہ حفظ وثقاہت میں یکتائے روزگار تھے[۳]

حدیث میں درجہ | ضیاء مقدسی کا پایہ حدیث میں اس قدر بلند تھا کہ محدث الشام اور شیخ السنہ کہلاتے تھے، ابن عماد لکھتے ہیں کہ وہ اپنے زمانہ کے صاحبِ کمال محدثین اور ائمہ فن میں تھے، متعدد مجموعے اور تخریجات ان سے یادگار ہیں، شریف ابوالعباس حسینی فرماتے ہیں کہ وہ عرصہ دراز تک حدیث کے درس وتدریس کی مسند پر متمکن رہے، اور بے شمار حدیثیں روایت کیں، عمر بن حاجب کہتے کہ ہمارے استاد ابوعبداللہ شیخ وقت اور حدیث سے واقفیت میں یکتائے روزگار تھے۔ حافظ ذہبی کا بیان ہے کہ انہوں نے روایت حدیث میں غیر معمولی طلب وتحری سے کام لیا۔ مُزی کا بیان ہے وہ حافظ عبدالغنی سے حدیث ورجال کے بڑے عالم تھے اور ان کے زمانہ میں ان کے مثل کوئی نہ تھا

جرح وتعدیل | حدیث میں مہارت اور بلند پائیگی کا ثبوت یہ بھی ہے کہ وہ جرح وتعدیل کے امام فن رجال کے ماہر اور احادیث کے علل واسقام اور صحیح وغلط روایات میں نقد وامتیاز کی پوری

---

[۱] شذرات الذہب ج ۵ و تذکرۃ الحفاظ ج ۴ [۲] ایضاً [۳] ایضاً [۴] ایضاً

Marfat.com

لاحیت رکھتے تھے، ابن نجار کا بیان ہے کہ وہ حدیث وفن رجال کے عالم اور رواۃ کے حالات سے باخبر تھے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ ضیاء مقدسی جرح وتعدیل کے امام اور اس فن کے مرکز ومرجع تھے"۔ صاحبِ شذرات لکھتے کہ" وہ فن جرح وتعدیل کے ممتاز عالم، رواۃ ورجال کے احوال کے واقف کار اور روایات واحادیث کے مبصر تھے"[1]

فقہ وعلوم قرآن | فقہ اور قرآنی علوم کا ذوق بھی تھا۔ اہل سیر نے ان کو فقیہہ ومجتہد لکھا ہے، قرآنیات میں انہوں نے بعض کتابیں بھی لکھیں۔

فضل وکمال | ضیاء مقدسی علم وفضل میں نہایت ممتاز تھے، تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ" وہ یگانۂ وقت اور ہمعصروں میں فائق وبرتر تھے، عمر بن حاجب ان کے علمی کمالات بیان کرکے لکھتے ہیں کہ میں ان جیسے بلند پایہ شخص کے کمالات کرنے سے قاصر ہوں"۔ شرف بن نابلسی کہتے ہیں کہ ہمارے استاد ضیا کے مانند کوئی شخص صاحب فضل وکمال نہ تھا۔ صاحب شذرات کا بیان ہے کہ" وہ یکتائے روزگار تھے، ان کی شہرت محتاج بیان نہیں"[2]

زہد وورع | زہد وورع، تدین وتقویٰ اور عبادت وریاضت میں بھی ممتاز تھے، محدثین اور علمائے رجال نے ان کے زہد واتقاء تدین وانقطاع الی اللہ کی تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ وہ ان علمائے ربانیین میں تھے جو ذکر وعبادت میں اکثر مشغول رہتے تھے۔ ذکی برزالی کا بیان ہے کہ وہ متدین تھے، ابن حاجب فرماتے ہیں کہ وہ ورع وتقویٰ میں یکتائے روزگار تھے، حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ وہ زہد وعبادت، ورع وتقویٰ اور خیر خیرات میں بہت پیش پیش رہتے تھے۔ ابن نجار کا بیان ہے کہ وہ صاحب ورع وتقویٰ، زاہد، عابد، اکل حلال میں محتاط اور مجاہد فی سبیل اللہ تھے، میری آنکھوں نے عفت، نزاہت اور پاکبازی میں ان کے جیسا آدمی نہیں دیکھا"[3]

سیرت واخلاق | ان کی طبیعت میں بڑی سادگی اور بے تکلفی تھی، اور وہ نہایت متواضع اور خلیق تھے، ابن نجار کا بیان ہے کہ وہ حسن سیرت میں ممتاز اور بے نظیر تھے"[4]

---

[1] تذکرہ ج ۴ و شذرات ج ۵ [2] شذرات ج ۵ ایضاً والبدایہ ج ۱۳ [3] ایضاً

مدرسہ کا قیام دمشق میں انہوں نے جامع منظفری کے اندر دارالحدیث کے نام سے ایک مدرسہ کی داغ بیل ڈالی، ایک روایت کے مطابق یہ مدرسہ تنہا ان کی محنت وکوشش سے تھا، اور دوسروں سے اس کے لئے امداد نہیں لیتے تھے، انہوں نے اپنے کتب خانہ کی کتا اس پر وقف کر دی تھیں، یہ مدرسہ حدیث کی تعلیم کے لئے قائم کیا گیا تھا اور محتاج ومزور طلبہ اور دور دراز سے آنے والے اس میں تعلیم حاصل کرتے تھے، ان کے بعد بھی یہ قائم رہا، بعض لوگوں نے اس کے لئے اپنی جائیدادیں وقف کر دی تھیں۔[1]

فقہی مسلک حافظ ابن رجب نے طبقاتِ حنابلہ میں ذکر کیا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حنبلی المذہب تھے۔

وفات ۴۰ سال کی عمر میں دوشنبہ ۱۸ جمادی الاخری ۶۴۳ھ کو انتقال کیا، اور جبل قاسیو کے اندر دفن کئے گئے۔[2]

تصنیفات ضیاء مقدسی جلیل القدر مصنف تھے، انہوں نے متعدد مفید، عمدہ اور بلند پایہ کتابیں لکھیں، جو ان کے وسعتِ علم ونظر اور علوم حدیث میں تبحر کی دلیل ہیں، جن کتابوں کے نام معلوم ہوسکے ہیں وہ یہ ہیں:۔

(۱) کتاب الاحکام۔ تین جلدوں میں ہے مگر ناتمام ہے (۲) الحکایات المستطرفہ کئی جزء میں ہے (۳) الرواۃ عن البخاری ایک جزء میں ہے (۴) الطب والرقیات کئی جزوں میں ہے (۵) افراد الصحیح ایک جزء میں ہے (۶) المولبقات کئی جزوں میں ہے (۷) النبی عن سب الصحابہ (۸) البحرۃ الی ارض الحبشہ ایک جزء میں ہے (۹) دلائل النبوۃ الالہیات۔ تین جزوں پر مشتمل ہے (۱۰) ذم المسکر۔ ایک جزء میں ہے (۱۱) سیر المقادسۃ۔ چند جلدوں میں ہے، صاحب شذرات نے غالباً اسی کتاب کا نام سبب ہجرۃ المقادسۃ الی دمشق وکرامات مشائخہم لکھا ہے اور تصریح کی ہے کہ تقریباً دس جزوں میں ہے، اس میں وہاں کے اکابر علماء کے حالات وتراجم درج ہیں

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۱۳ وشذرات الذہب ج ۵ [2] تذکرۃ الحفاظ ج ۴ وشذرات الذہب ج ۵

(۱۲) شفاء العلیل۔ ایک جز (۱۳) صفۃ الجنۃ۔ تین جزوں میں (۱۴) صفۃ النار۔ دو جزوں میں۔ (۱۵) غرائب الحدیث۔ نو جزوں میں (۱۶) فضائل الاعمال۔ ایک جلد اور چار جزوں میں ہے، اس میں احادیث کی سندیں حذف کرکے ان کے لئے ائمہ کی کتابوں کا حوالہ دے دیا ہے (۱۷) فضائل الشام۔ تین جزوں میں ہے (۱۸) فضائل القرآن۔ ابن عماد نے غالباً اسی کا نام فضائل القرآۃ لکھا ہے (۱۹) قصہ موسیٰ۔ ایک جز (۲۰) کلام الاموات۔ ایک جز (۲۱) مناقب اصحاب الحدیث[1]۔ چار جزوں میں ہے (۲۲) المختار فی الحدیث۔ اصل نام احادیث الجیاد المختارۃ مما لیس فی الصحیحین او احدہما ہے۔ یہ بڑی ضخیم کتاب اور تقریباً نوے اجزاء پر مشتمل ہے، مگر مصنف اس کی تکمیل نہیں کرسکے تھے۔ یہ صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان اور صحیح مستدرک کی طرح کی کتاب اور صحیح حدیثوں پر مشتمل ہے جو صحیحین میں درج نہیں ہیں، صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں اس میں صحت کا التزام اور ان صحیح روایتوں کو نقل کیا گیا ہے جن کی پہلے تصحیح نہیں کی گئی تھی، شاہ عبدالحق صاحب کا بیان ہے کہ ائمہ صحاح کے علاوہ دوسرے علماء نے بھی صحیح حدیثوں کے مجموعے مرتب کئے، ضیاء مقدسی کی المختارہ اسی نوعیت کی کتاب ہے اس میں ان حدیثوں کی تخریج کی گئی ہے جو صحیحین میں نہیں ہیں۔

اس کی ترتیب ابواب کے بجائے حروف معجم کے مطابق مسانید پر کی گئی ہے۔

گو ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم کی کتابوں جیسی شہرت المختارہ کو حاصل نہیں ہوئی مگر اس کا نام ان کتابوں کے ساتھ ہی لیا جاتا ہے، بعض علماء کے نزدیک یہ مستدرک سے زیادہ اہم اور بلند پایہ ہے، حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ "یہ عمدہ علوم اور حدیثی فوائد پر مشتمل ہے اور مستدرک حاکم سے بھی بڑھ کر ہے، ہمارے بعض مشائخ اس کو اس پر ترجیح دیتے ہیں، کاش یہ مکمل ہوگئی ہوتی۔"

حافظ ابن تیمیہ اور علامہ زرکشی سے منقول ہے کہ ضیاء مقدسی کی تصحیح حاکم کی تصحیح

---

[1] شذرات الذہب ج ۵۔ بعض کتابوں کا استحاف النبلاء، اعلام اور کشف الظنون میں بھی ذکر ہے

عمدہ داعلیٰ اور ترمذی وابن حبان کی تصحیح کے قریب قریب ہے۔

علامہ ابن عبدالہادی سے بھی اسی طرح کا بیان منقول ہے، نیز وہ فرماتے ہیں کہ "المختا
میں بے شمار ایسی حدیثیں ہیں، جن کا کذب وموضوع ہونا ظاہر ہے، اس لئے اس کا درجہ دوسری
کتابوں سے کمتر ہے"۔ صحت کے التزام کے باوجود بھی اس میں ضعیف اور کم درجہ کی حدیثیں
شامل ہوگئی ہیں، لیکن ان کی تعداد کم ہے، صاحب الرسالۃ المستطرفہ لکھتے ہیں :۔

"اس کی اکثر روایتیں مسلم ہیں اور بہت کم حدیثوں پر تعقب کیا گیا ہے"۔ متاخرین علماء
نے اس کی حدیثوں پر بغیر نقد وتحقیق کے کوئی حکم لگانے سے روکا ہے، علامہ سخاوی فرماتے ہیں
"اس میں صحیح، حسن، بلکہ ضعیف حدیثیں بھی ہیں، اس لئے اس کی حدیث پر حکم لگانے میں احتیا
کرنی چاہیئے"۔

المختارہ کا قلمی نسخہ ابن کثیر کے ہاتھ کا لکھا ہوا جرمنی کے کتب خانہ میں موجود ہے[1]

---

[1] کشف الظنون ج ۲، البدایہ ج ۱۳، الرسالۃ المستطرفہ، فتح المغیث، مقدمہ تحفۃ الاحوذی

Marfat.com

امام نوویؒ

(متوفی ۶۷۶ھ)

نام ونسب یحییٰ نام، ابوزکریا کنیت اور لقب محی الدین تھا، ان کا نسب نامہ یہ ہے: یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن جمعہ بن حزام [1]

ولادت ووطن وہ محرم ۶۳۱ھ میں نوا میں پیدا ہوئے۔ یہ ملک شام میں حوران کا ایک گاؤں تھا [2] اسی نسبت سے وہ نوادی اور نووی مشہور ہیں، اور حوران کے تعلق سے حورانی کہلاتے ہیں حزامی ان کے جد اعلیٰ حزام کی جانب نسبت ہے [3]

اساتذہ امام نووی نے جن ارباب کمال سے مختلف علوم کی تحصیل کی تھی ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:۔

ابن مالک، ابواسحٰق ابراہیم بن عیسیٰ مرادی، شیخ احمد مقری، تقی الدین بن ابی الیسر جمال الدین بن صیرفی، رضی بن زین الدین خلف بن یوسف، زین الدین بن عبدالدائم، شمس الدین بن ابی عمر، شمس الدین عبدالرحمٰن بن نوح، عبدالعزیز بن محمد انصاری حموی، عبدالغنی علاء الدین، عز الدین بن خالد، عزالدین عمر بن سعد اربلی، عماد الدین عبدالکریم، الخرستانی، شیخ کمال بن احمد، قاضی نفیسی [4]

تلامذہ ان سے سماع اور تخریج کرنے والے کچھ مشہور لوگوں کے نام یہ ہیں:۔

ابن ابی الفتح، شیخ ابوالحجاج مزی، شہاب الدین احمد بن جوان، خطیب صدر سلیمان

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۱۳ [2] ایضاً وتذکرہ ج ۴ [3] اتحاف النبلاء المتقین [4] تذکرۃ الحفاظ ج ۴

جعفری، شمس الدین ابن نقیب، شہاب الدین اربدی، علاءالدین بن عطار، شیخ مبارک ناسک جبریل کردی، قاضی محیی الدین مزرعی [1]

سیر و سیاحت امام نووی پہلے ۶۴۹ھ میں دمشق تشریف لے گئے اور رواحیہ میں قیام کرکے باقاعدہ علم وفن کی تحصیل شروع کی، دو سال بعد وہ اپنے والد کے ہمراہ حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے اور ڈیڑھ ماہ تک مدینہ کے فضلاء سے استفادہ کرتے رہے، پھر وہ وہاں سے واپسی کے بعد اپنے وطن میں پورے انہماک کے ساتھ تعلیم میں مشغول ہوگئے، آخر میں بیت المقدس کی زیارت کی [2]

حفظ وضبط ائمہ فن اور تذکرہ نگاروں نے ان کے حفظ وضبط اور عدالت وثقاہت کا اعتراف کیا ہے اور ان کو متقن، حجت اور ثقہ وثابت لکھا ہے۔

حدیث میں بلند پائیگی امام نووی کو علم حدیث اور اس کے متعلقات سے غیر معمولی شغف تھا، اور وہ اکابر محدثین اور ممتاز شراحِ حدیث میں شمار کئے جاتے ہیں، علمائے طبقات وتراجم نے ان کو حدیث میں ماہر فن اور امام وغیرہ بتایا ہے۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ" وہ حدیث وفنون حدیث کے حافظ ومتبحر عالم، رجال واسناد صحیح وسقیم حدیثوں کی پرکھ کے ماہر تھے، یافعی نے انہیں حدیث میں وسیع النظر اور کثیر المعرفت لکھا ہے، حدیث میں ان کی بلند پائیگی اور عظمت کی بناء پر ان کو حافظ ابو شامہ جیسے جلیل القدر محدث کا جانشین مقرر کیا گیا اور ان کی وفات کے بعد دارالحدیث دمشق کی تولیت وصدارت کے منصب پر فائز کیا گیا۔ اس ذمہ داری کو وہ عمر بھر انجام دیتے رہے۔ [3]

فقہ وافتا حدیث ہی کی طرح فقہ وافتاء میں بھی ممتاز تھے، اور اس میں ان کی معلومات وسیع نظر گہری تھی، حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ وہ اپنے زمانہ کے اکابر فقہاء اور شوافع کے شیوخ میں تھے، یافعی کا بیان ہے کہ ان کو فقہ کی معرفت میں امتیاز حاصل تھا، اور وہ معتمد اور لائق اعتبار مفتی تھے۔ ابن ناصر الدین نے ان کو فقیہہ الامت کہا ہے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ" امام شافعی

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۴ [2] ایضاً [3] ایضاً و مرآۃ الجنان۔

Marfat.com

کے مذہب کی انہوں نے گوناگوں خدمات انجام دی ہیں، اس کی تحقیق و تصحیح، ضبط و تنقیح، تحریر و تدوین اور ترتیب و تہذیب میں ان کا بڑا حصہ رہا ہے۔ اور اس مذہب کے وہ چوٹی کے علماء میں تھے، رافعی کے بعد اس مذہب میں ان سے زیادہ صاحب کمال اور ممتاز شخص کوئی نہیں گزرا۔"

امام نووی شافعی المذہب ہونے کے باوجود درجۂ اجتہاد پر فائز تھے، اور بعض مسائل میں ان کے اقوال اپنے مذہب کے علماء سے مختلف ہوتے تھے، جن مسائل میں انہوں نے رافعی سے اختلاف کیا ہے، ان میں سے اکثر میں ابن سبکی اور یافعی نے ان کو مصیب بتایا ہے۔[1]

قرانیات | بچپن ہی سے ان کو کتاب الٰہی سے خاص انس تھا اور انہوں نے اسے زبانی یاد کر لیا تھا، ہر وقت اس کی تلاوت کرتے اور دنیوی کاموں میں مشغولیت کے وقت بھی قرآن مجید زبانی پڑھا کرتے تھے۔ قرأت و تجوید اور علم تفسیر کی مشاہیر فضلاء سے تحصیل کی تھی۔[2]

لغت، عربیت اور نحو و صرف | گو امام نووی کی اصل توجہ حدیث و فقہ اور ان سے متعلق علوم کی جانب مرکوز رہی، لیکن لغت و عربیت، نحو و صرف اور منطق و فلسفہ وغیرہ سے بھی اشتغال رکھتے تھے، اور ان فنون کے ماہرین سے ان کی تحصیل کی تھی۔

جامعیت | اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جامع کمالات اور متعدد علوم پر دسترس رکھتے تھے۔ فخر حنبلی کا بیان ہے کہ وہ تمام علوم میں پختہ تھے، یافعی کا بیان ہے کہ فقہ حدیث کے علاوہ دیگر فنون کے بھی وہ ماہر و واقف تھے۔[3]

انہماک فی العلم | وہ شب و روز علم کی تحصیل اور درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور اشاعت علم و فن میں مشغول رہتے، ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرتے۔ راستہ چلتے وقت بھی پڑھنے کا سلسلہ موقوف نہ کرتے، مدتوں اس حال میں گزارا کہ پہلو زمین پر رکھ کر اطمینان و چین سے سونا نصیب نہ ہوا۔ بچپن میں بھی ان کو لکھنے پڑھنے کی دھن کے سوا اور کسی چیز سے کوئی رغبت نہ تھی

[1] نزہۃ الخاطر الفاتر ۳ مرآۃ الجنان ۳ طبقات الشافعیہ سبکی ۵ والبدایہ ۱۳ والنجوم الزاہرہ ۷ وفوات الوفیات ۲

اُن کے ہم سن لڑکے ان کو کھیلنے کے لئے مجبور کرتے تو وہ بھاگنے کی کوشش کرتے اور اگر مجبوراً اُن کے ساتھ رہنا پڑتا تو قرآن مجید زبانی پڑھا کرتے، ایک دفعہ ان کے والد نے انہیں ایک دوکان پر ملازم کرا دیا۔ مگر بیع و شرا کی مشغولیت کے باوجود ان کے علمی ذوق وشوق میں کمی نہیں آئی، ان کے اسی شوق اور دلچسپی کی وجہ سے یاسین بن یوسف زرکشی نے بچپن ہی میں ان کے متعلق یہ پیشین گوئی کر دی تھی کہ آئندہ یہ بچہ اپنے زمانہ کا سب سے بڑا عالم و زاہد ہوگا، اور لوگوں کو اس سے بڑا فیض پہنچے گا۔ ان کے علمی انہماک کا اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ امام نووی روزانہ بارہ فنون کا سبق لیتے تھے، پہلا سبق حدیث کی شرح و تحقیق کا ہوتا اور بقیہ اسباق کی تفصیل یہ ہے:۔ دو[3] سبق کتاب الوسیط کا، ایک[4] سبق مہذب کا، ایک[5] الجمع بین الصحیحین کا چھٹا[6] سبق صحیح مسلم کا ساتواں[7] ابن جنی کی کتاب اللمع کا آٹھواں[8] ابن السکیت کی اصلاح المنطق کا نواں[9] صرف کا دسواں[10] اصول فقہ کا گیارہواں[11] اسماء الرجال کا اور بارہواں[12] اصولِ دین کا ہوتا تھا۔

اسباق اس شوق و محبت سے پڑھاتے کہ کسی قسم کا کوئی اشکال باقی نہیں رہ جاتا تھا۔

اس سے ان کی غیر معمولی ذہانت و فطانت کا بھی پتہ چلتا ہے، ان کے کثرت اشتغا اور ذہانت و فطانت ہی کی وجہ سے ان کے کاموں میں بڑی برکت ہوئی۔ اور ۴۵ سال کی مختص عمر میں انہوں نے متنوع علمی کمالات اور گوناگوں اہم خدمات انجام دیئے، ساڑھے چار مہینہ اندر شافعی مذہب کی اہم اور جامع کتاب التنبیہ کو نہ صرف ختم کر دیا بلکہ زبانی یاد بھی کر ڈالا۔

درس و تدریس | انہوں نے مختلف مدارس میں درس و تدریس کے فرائض بھی انجام دیے اور دار الحدیث اشرفیہ کے منصبِ صدارت پر بھی فائز رہے، اسی طرح مدرسہ اقبالیہ میں ابن خلکان کے جانشین مقرر کئے گئے اور ان کی وفات کے بعد درس و تدریس کی خدمت انجام د

زہد و اتقا | امام نووی بڑے متدین اور عابد و زاہد شخص تھے، برابر عبادت، ذکر الہٰی اور درود و وظائف میں مشغول رہتے تھے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ تصنیف و تالیف

---

[1] تذکرہ ج ۴، مرآۃ الجنان ج ۴، طبقات الشافعیہ ج ۵، شذرات الذہب ج ۵ [2] البدایہ والنہایہ ج ۱۳

Marfat.com

ساتھ ساتھ انہوں نے مجاہدہ وتزکیۂ نفس، مراقبہ وتصفیہ، باطن، تقوی، طہارت اور معمولی اور جزوی باتوں میں احتیاط کو اپنے اوپر لازم کر لیا تھا، اور اپنی خواہشات نفس کو یکسر پامال کر دیا تھا، یافعی کا بیان ہے کہ وہ عابد وزاہد، متورع، باعمل شب بیدار، حامی دین اور ناصر سنت تھے، عبادت واطاعت، تلاوت قرآن اور تصنیف وتالیف میں ان کا تمام وقت بسر ہوتا، دنیا اور اس کے تعیشات سے بالکل دست کش رہتے اور تمام تر توجہ دین بنانے اور سنوارنے پر مرکوز رکھتے تھے، زہد وقناعت، اتباعِ سنت، اقتداء، سلف، نیکی وصلاح اور خیر خیرات کے کاموں میں لگے رہنا ان کی زندگی کا دستور تھا، ورع وتقویٰ میں بے مثال تھے، راتیں عبادت میں گزرتیں اور اس قدر روتے کہ داڑھی اور چہرہ تر بتر ہو جاتا، ان کی طرح کسی شخص کو زہد وعبادت، حزم واحتیاط اور لوگوں سے حذر واجتناب پر قابو نہیں ہو سکتا، فخر جنبلی کا بیان ہے کہ وہ بڑے متقی اور پرہیزگار تھے، اکثر روزے رکھتے اور دو بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے، اسی دینی جذبہ اور تورع کی وجہ سے انہوں نے اپنی زندگی اسلامی علوم خصوصاً حدیث و سنت کی خدمت واشاعت میں گزاری اور ان کی اصل دلچسپی کا مرکز فقہ وحدیث تھا. دوسرے علوم سے عدم رغبت درکنار ایک گونہ انقباض ہوتا تھا، جیسا کہ وہ خود بیان کرتے ہیں۔

" ایک دفعہ مجھ کو طب پڑھنے کا خیال ہوا اس لئے میں نے شیخ کی قانون خریدی مگر میرے دل پر ایسی ظلمت چھائی اور میرا ایسا حال ہوا کہ مجھ کو اس سے کسی قسم کا اشتغال ہی نہ ہو سکا میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ اس کا سبب میرا طب کی جانب اعتنا ہے. یہ خیال آتے ہی میں نے کتاب قانون فروخت کر دی، اور پھر میرا قلب منور ہو گیا۔[1]

سادگی وقناعت زہد واتقاء کی بناء پر وہ نہایت صبر وقناعت کی زندگی گزارنے کے عادی ہو گئے تھے، کھانے پینے، رہنے سہنے، لباس اور پوشاک ہر چیز میں سادگی پسند کرتے تکلف، آرائش اور دنیاوی تعیشات سے ان کو سخت نفرت تھی، حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۴، مرآۃ الجنان ج ۴۔

Marfat.com

" وہ بڑی عسرت و مشقت کی زندگی گزارتے اور بالکل موٹا جھوٹا کھاتے پہنتے تھے ان کی پوشاک کو رالٹھا اور چھوٹا سا شیخانیہ عمامہ تھا۔"

ابن عماد کا بیان ہے کہ وہ نہایت قانع اور تھوڑے پر گزر اوقات کرنے والے تھے۔ ا کا دیا جو کچھ میسر آجاتا اسی پر راضی رہتے، معمولی لباس، موٹا جھوٹا کھانا اور مختصر ساز و سامان پر اکتفا کر لیتے تھے، قطب الدین یونینی فرماتے ہیں کہ تقلیل قناعت اور عسرت و تنگی میں ان کی مثال کوئی نہ تھی۔

کم خوری کے اس قدر عادی تھے کہ اکثر روزے رکھتے اور شب و روز میں صرف ایک دفعہ عشاء بعد کھانا کھاتے اور سحر کے وقت پانی پیتے، کبھی ان کے کھانے میں دو قسم کا سالن نہیں ہوتا تھا پھل اور میوہ جات اہل دمشق کی مرغوب غذا تھی، مگر بعض قباحتوں کی وجہ سے وہ قطعاً ان کا استعمال پسند نہیں کرتے تھے، دار الحدیث کے منصب صدارت پر فائز ہونے کے باوجود اس کے معاوضہ میں ایک حبہ بھی نہیں لیا بلکہ ان کے والد جو روٹی اور انجیر وغیرہ بھیج دیتے اسی پر قناعت کرتے تھے، فخر حنبلی کا بیان ہے کہ مرغوب اور لذیذ کھانا چھوڑ کر محض اپنے والد کی بھیجی ہوئی روٹی اور انجیر کھاتے تھے، کسی کا ایک درہم بھی قبول نہ کرتے۔ معمولی اور پیوند لگے کپڑے پہنتے اور پھل نہیں کھاتے تھے، کم خوری کے اس لئے عادی تھے، کہ رات میں نیند نہ آئے۔ اور اطمینان و سکون کے ساتھ خدا کی عبادت کر سکیں، علامہ ذہبی اپنے شیخ رشید ابن معلم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے شیخ محی الدین کو حمام میں نہ جانے موٹا جھوٹا کھانے اور پہننے اور سخت کوشی اور تنگ و ترشی کی زندگی بسر کرنے پر ملامت کی اور کہا کہ اس سے آپ کو بیماری لاحق ہو جائے گی، اور آپ علمی اشغال کے لائق نہ رہ سکیں گے تو وہ کہتے کہ اللہ کے فلاں بندے کا بھی تو مسلسل روزہ رکھنے کی وجہ سے جسم زرد ہو گیا تھا۔

نووی کا بیان ہے کہ میں جسم کی تر و تازگی اور نیند کی زیادتی کے ڈر سے پھل، ترکاری، ہزف اور عمدہ کھانے سے پرہیز کرتا ہوں، ابن عطار نے فواکہ استعمال نہ کرنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ دمشق کی اراضی کے بارے میں مجھ کو بعض شبہے ہیں اس لئے ان کے استعمال میں مجھ

Marfat.com

تردد ہوتا ہے۔

چونکہ ان کی زندگی بڑی سادہ تھی، اور وہ کوئی اہتمام و تکلف پسند نہیں کرتے تھے۔ اس لئے ان کو دوسرے لوگوں کو اپنے یہاں کھانے کے لئے مدعو کرنے میں زحمت اور تکلف ہوتا تھا چنانچہ ایک دفعہ شیخ برہان الدین اسکندرانی نے ان کے یہاں افطاری کرنے کی خواہش کی تو انہوں نے ان سے بڑی صفائی اور بے تکلفی سے کہہ دیا کہ آپ اپنے یہاں سے کھانا لے کر آجائیے گا، ہم سب لوگ مل کر افطار کرلیں گے۔[1]

ہدیے اور تحفے قبول نہ کرنا | ہدایا اور تحائف قبول نہ کرتے تھے، خصوصاً غیر متعلق لوگوں کے ہدیے لینے میں انہیں سخت پس و پیش ہوتا تھا۔ البتہ جن لوگوں سے واقفیت ہوتی تھی، اور ان کے ہدایا کے بارے میں اطمینان ہوتا، ان کو لینے میں زیادہ پرہیز نہ کرتے، چنانچہ ایک دفعہ ایک فقیر نے ہدیہ کیا تو اس کو قبول کرلیا، احتیاط اور تورع کی بناء پر ہدیے کی طرح معاوضہ لینے سے بھی پرہیز تھا، مدرسہ کی ملازمت کے باوجود وہاں سے کوئی معاوضہ نہیں لیتے تھے۔

صبر و استقلال | صبر و استقلال میں بے مثال تھے، مصائب اور مشقتوں کو خندہ پیشانی سے انگیز کرتے اور زبان سے اُف نہ کرتے، جن چیزوں کو انہوں نے اپنا معمول بنا لیا تھا، ان پر ہمیشہ سختی سے قائم رہے اور ان میں کبھی کوئی فرق نہ آنے دیا۔ انہوں نے سخت تکلیفیں جھیلیں مگر ان کے شوق و انہماک اور علم کی طلب و جستجو میں کوئی کمی نہ آئی۔[2]

اخلاق و عادات | سیرت و کردار کے لحاظ سے بھی بڑے ممتاز تھے۔ یافعی فرماتے ہیں کہ بہترین اوصاف و خصائل اور پاکیزہ سیرت و اخلاق سے متصف اور محاسن و کمالات میں عدیم النظیر تھے۔[3]

تصوف | امام نووی بادۂ معرفت کے لذت شناس اور مشرب صوفی یٰسین بن یوسف زرکشی کے حلقہ بگوش اور عقیدت مند تھے، سلوک کے آداب و طریقت کے اشارات ان ہی سے

---

[1] تذکرہ علماء حزام ۲۷۴ [2] مرآۃ الجنان ج ۴

Marfat.com

سیکھے تھے، صوفیہ و مشائخ سے بڑی محبت و عقیدت رکھتے تھے، پورے شوق سے ان کی صحبتوں میں حاضر ہوتے تھے، تصوف اور صوفیہ کے مخالفین پر برہمی کا اظہار کرتے تھے، کتاب الاذکار میں صوفیہ کی جماعت کے گوناگوں فضائل بیان کرکے دکھایا ہے کہ یہی اس امت کے منتخب اور عمدہ لوگ ہیں، نووی کی کرامت اور بزرگی کے بعض واقعات بھی منقول ہیں [1]

امر بالمعروف و نہی عن المنکر وہ فریضۂ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ادائیگی سے کبھی غافل نہیں رہے۔ امراء و سلاطین کو بھی معروف کی تلقین کرتے، اور منکر سے روکتے تھے۔ اس معاملہ میں بڑے جری اور بے باک تھے، اور اس میں کسی مصلحت و مداہنت کے قائل نہ تھے۔ حق گوئی کی پاداش میں ان کو امراء کے غیظ و غضب کا نشانہ بھی بننا پڑا۔ علامہ ذہبی کا بیان ہے کہ "وہ گوناگوں مصروفیتوں اور علمی اشغال کے باوجود اصلاح خلق اور امر بالمعروف کا فریضہ بھی انجام دیتے، بادشاہوں اور ظلم و جفا پرور لوگوں کے روبرو حق بات کہتے اور ان کے غلط کاموں پر سخت رد و نکیر فرماتے، انہوں نے سلاطین و امراء کو خطوط لکھ کر امور خیر کی تلقین اور معاصی سے بچنے کی دعوت دی۔ ایک دفعہ ملک ظاہر کو ایک خط لکھا تو وہ سخت برہم ہوا اور گرفتار کرنا چاہا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے تشدد سے ان کو بچا لیا، بعد میں یہی ملک ان کا معتقد ہو گیا، اور بڑی تعظیم و تکریم کرنے لگا۔[2]

متانت و وقار بڑے سنجیدہ و باوقار تھے، بچپن ہی سے نہایت متین اور شائستہ تھے کھیل کود اور لہو و لعب سے کوئی رغبت نہ تھی، یاسین بن یوسف فرماتے ہیں کہ میرے دل میں نووی کی عظمت کا نقش اس وقت سے ثبت ہے، جب وہ دس سال کے تھے، بچے ان کو کھیل کود کے لئے مجبور کرتے مگر یہ بھاگنے کی فکر میں رہتے۔ بحث و مباحثہ اور مناظرہ وغیرہ میں بھی متانت اور وقار سے کام لیتے۔[3]

---

[1] مرآۃ الجنان ج ۴ ص ایضاً و تذکرۃ الحفاظ ج ۴ و شذرات الذہب ج ۵ ص [2] طبقات الشافعیہ ج ۵ و شذرات الذہب ج ۵ و اتحاف النبلاء۔

اعترافِ فضل وکمال امام نووی کی عظمت وکمال اور جامعیت کے بارے میں علمائے من اور مؤرخین کا اتفاق ہے، حافظ ذہبی نے ان کو امام، حافظ یکتائے روزگار، قدوہ، شیخ الاسلام اور سرتاج اولیاء وغیرہ کہا ہے، ابن فرح فرماتے ہیں، ان میں تین ایسی خوبیاں تھیں جن میں سے اگر ایک بھی کسی کے اندر ہو تو لوگ اس کے پاس سفر کرکے آئیں، اور وہ مرجع خلائق بن جائے، یعنی علم، زہد اور امر بالعروف ونہی عن المنکر، امام نووی میں یہ تینوں خصوصیتیں بدرجۂ اتم موجود تھیں، شیخ قطب الدین یونینی کا بیان ہے، وہ علم وورع، ریاضت وعبادت، کم خوری اور پرمشقت زندگی بسر کرنے میں بے مثال تھے، شمس الدین ابن فخر حنبلی فرماتے ہیں. وہ ماہر فن امام، زبردست حافظ حدیث اور گوناگوں علوم میں پختہ تھے، انہوں نے متعدد کتابیں لکھیں۔ اور بڑے متقی وزاہد تھے، مرغوبات ولذائذ سے بالکل دست کش ہوگئے تھے. اور معمولی پیوند لگے کپڑے پہنتے تھے، علامہ ابن سبکی نے شیخ، علامہ، شیخ الاسلام، متاخرین کے استاد، اللہ کی حجت وبرہان، طریقۂ اسلاف کے داعی اور زہد وحصور کے شاندار القاب سے اُن کا تعارف کرانے کے بعد لکھا ہے کہ وہ مختلف علوم فقہ، متن حدیث، اسماء الرجال اور لغت وصرف وغیرہ کے جامع تھے، یا فعی ان کے کمالات کا ان الفاظ میں تذکرہ کرتے ہیں "الامام شیخ الاسلام المحقق المدقق النجیب البحر المفید، گوناگوں فضائل ومحاسن کے جامع، علوم میں متبحر، حدیث، فقہ اور لغت میں واسع المعرفت، عالم وفاضل یگانہ، دلی کبیر، بید شہیر، تمام معاصرین سے فائق وبرتر، ہر سو ان کے محاسن کا چرچا اور فضائل کی شہرت ہے" ابن کثیر ان الفاظ میں ان کی ثنا خوانی کرتے ہیں۔ شیخ محی الدین علامہ وقت، مذہب شافعی کے شیخ اور اپنے زمانہ کے جلیل القدر فقیہہ اور زہد واتقاء میں بے مثال تھے، ابن عماد اور ابن ہبۃ اللہ لکھتے ہیں وہ نامور ان اسلام اور عظیم الشان لوگوں میں تھے۔ انہوں نے کئی سال تک اس قدر ذوق وشوق اور ایسے غیر معمولی انہماک اور دلچسپی سے علم وفن کی تحصیل کی کہ اپنے اہل زمانہ اور معاصرین سے آگے ہوگئے تھے، طاش کبریٰ زادہ لکھتے ہیں، نووی اپنے زمانہ کے امام

Marfat.com

اور فاضل و عالم تھے، حافظ سید مرتضیٰ زبیدی رقمطراز ہیں۔ شیخ الاسلام استاد المتاخرین، بعد کے لوگوں پر اللہ کی حجت و برہان اپنے زمانے کے قطب، سید دوراں اور اللہ کی مخلوق کے درمیان اس کا راز تھے۔[1]

فقہی مذہب اور انصاف پسندی | جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، وہ شافعی المذہب تھے، ان کا شمار اس مذہب کے اساطین اور اکابر میں ہوتا ہے، ان کے مزاج میں حق پسندی اور انصاف تھا۔ اس لئے ان کو اپنے مذہب کے علماء سے اختلاف کرنے اور دوسرے مذاہب کے ائمہ کے اقوال نقل کرنے میں کوئی امر مانع نہ ہوتا تھا۔

عقیدہ و مسلک | وہ سلف صالحین اور اہل سنت والجماعت کے مذہب پر سختی سے عمل پیرا تھے، حدیث و سنت کی اتباع اور سلف کے مسلک کی ہمنوائی اور اس کی دعوت و تلقین ان کا طرۂ امتیاز تھا، ابن سبکی و یافعی کا بیان ہے کہ "طریقۂ اسلاف کے داعی اور متقدین اہل سنت والجماعت کے متبع تھے۔[2]

خلوت پسندی | وہ طبعاً خلوت پسند تھے، زہد و تقشف اور دنیا بیزاری نے ان کو اور زیادہ عزلت گزین بنا دیا تھا، جلوت سے نفرت تھی، اور ہجوم و اژدہام قطعاً پسند نہیں کرتے تھے، زندگی تجرد میں گزاری، اور شادی نہیں کی، اس لحاظ سے وہ اپنے ہم نام پیغمبر حضرت یحییٰؑ کے مثنیٰ تھے، علامہ ابن سبکی فرماتے ہیں" امام نووی بید و حصور تھے۔[3]

وفات | ۴۵ سال کی عمر میں چہار شنبہ ۲۴ رجب ۶۷۶ھ کو انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے وطن میں دفن کئے گئے، ان کی قبر ایک زمانہ میں زیارت گاہ تھی، متعدد شعراء نے ان کے مرثیے کہے ہیں۔[4]

تصنیفات | امام نووی نے اگرچہ کم عمر پائی تھی، مگر اللہ نے ان کے علمی کاموں میں برکت

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۴ و طبقات الشافعیہ ج ۵ و مراۃ الجنان ج ۴ و البدایہ والنہایہ ج ۱۳ و شذرات الذہب ج ۵ و طبقات شافعیہ ابن ہبۃ اللہ و تاج العروس [2] طبقات الشافعیہ ج ۵ و مراۃ الجنان ج ۴ [3] ایضاً [4] تذکرۃ الحفاظ ج و مراۃ الجنان و مقدمہ

Marfat.com

ی۔ علاوہ ازیں وہ زندگی بھر علم وفن کی خدمت میں لگے رہے، اس لئے ان سے متعدد مفید، عمدہ بلند پایہ کتابیں یادگار ہیں، علامہ ابن سبکی لکھتے ہیں۔

" اہل بصیرت سے یہ مخفی نہیں کہ امام نووی اور ان کی تصنیفات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاص ت اور توجہ شامل رہی ہے "

یافعی کا بیان ہے کہ" امام نووی پر خدا کی برکتیں ان کی کتابوں کے ذریعہ ظاہر ہوئیں، چنانچہ ب کو بڑا قبول حاصل ہوا اور ہر ایک میں ان کی شہرت ہوئی۔ اور لوگ ان سے خوب متمتع اور یاب ہوئے۔"

طاش کبریٰ زادہ کا بیان ہے کہ" نووی سے بے شمار مشہور اور بیش قیمت کتابیں یادگار ہیں۔ حدیث میں ان کی کتابوں کی تعداد زیادہ ہے [1]

امام نووی کی کتابوں کی فہرست اور بعض کا مختصر تعارف ملاحظہ ہو:۔

(۱) التحقیق والترخیص فی الاکرام بالقیام لذوی الفضل والمزیۃ من اہل الاسلام۔ غالباً ناب کا نام الترخیص فی الاکرام بالقیام لذوی الفضل والمزیۃ من اہل الاسلام۔ اور فضل القیام علم والحدیث والزہاد والعباد والصلحاء والفقراء من اہل الاسلام بھی لکھا گیا ہے، یہ مصر میں گئی ہے [2]

(۲) بستان العارفین (۳) تحفۃ الوالد ولغیۃ الرائد (۴) خلاصۃ الاحکام فی مہمات السنن الاسلام (۵) روح المسائل فی الفروع۔ یہ دو متوسط جلدوں میں ہے، اس میں مسائل کی اور دلائل کا ذکر ہے [3] (۶) غیث النفع فی القرآت السبع (۷) مناقب الشافعی (۸) عمل الیوم لیلۃ اس میں اوراد ماثورہ کا بیان ہے [4]

(۹) مرآۃ الزمان فی تاریخ الاعیان۔ مختصر ہونے کے باوجود اس حیثیت سے اہم ہے

ت الشافعیہ ج ۵ و مرآۃ الجنان ج ۴ و مفتاح السعادۃ [2] معجم المطبوعات [3] کشف الظنون ج ۱ [4] کتب خانہ پشاور۔

Marfat.com

کہ اس میں ابتدائے آفرینش سے واقعات درج کئے گئے ہیں [1]

(۱۰) عیون المسائل المہجہ۔ یہی مجموعہ فتاوی یا فتاوی النووی کے نام سے بھی مشہور ہے، اس میں امام نووی سے جو فقہی سوالات کئے گئے تھے، ان کا جواب مذکور ہے، شیخ بن ابراہیم عطار دمشقی (م ۷۲۴ھ) نے ان کو فقہی ابواب پر مرتب کیا ہے، امام نووی کی ترتیب میں فقہی ابواب کا لحاظ نہیں کیا گیا تھا، مصر اور حیدرآباد کے کتب خانۂ آصفیہ میں اس کے نسخے موجود ہیں [2]

(۱۱) المنثورات وعیون المسائل المہمات۔ صاحب کشف الظنون کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عیون المسائل المہمہ کے بجائے ایک مستقل کتاب ہے۔ [3]

(۱۲) طبقات الشافعیہ۔ علامہ ابن اصلاح کی کتاب طبقات الشافعیہ کا مختصر ہے، [4] نے اس میں کسی قدر اضافے بھی کئے ہیں [5]

(۱۳) الاصول والضوابط فی المذہب۔ ان ہم فقہی اصول وقواعد اور مفید مطالب مقاصد پر مشتمل ہے، جو اس فن کے طلباء کے لئے ضروری ہیں [6]

(۱۴) الارشاد فی علوم الحدیث۔ یہ اصول حدیث میں ہے، اور علامہ ابن صلاح کی معتبر کتاب مختصر علوم الحدیث کا خلاصہ ہے، اس کی مندرجہ ذیل شرحیں لکھی گئیں :۔

شرح علامہ ابن ابی شریف المقدسی (۲) شرح برہان جوہری (۳) شرح ابوالقاسم انصاری

(۱۵) التقریب والتیسیر فی مصطلح الحدیث۔ یہ کتاب الارشاد کا مختصر ہے، اسی لئے اس کا نام تقریب الارشاد بھی ہے، اس کی کئی شرحیں لکھی گئیں۔

(۱) حافظ زین الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی (م ۸۰۶ھ) کی شرح (۲) برہان الدین ابراہیم بن محمد حلبی (م ۸۵۱ھ) کی شرح (۳) شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی (م ۹۰۲ھ)

---

[1] کشف الظنون ج ۲ [2] ایضاً وتذکرۃ النوادر [3] کشف الظنون [4] ایضاً واعلام ج ۳ [5] کشف الظنون ج ۱ [6] ایضاً۔

Marfat.com

شرح (۴) شیخ عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی (م ۹۱۱ھ) نے تدریب الراوی کے نام سے شرح لکھی۔ بہت مشہور و متداول اور گوناگوں فوائد پر مشتمل ہے، سیوطی نے اس کے علاوہ التذنیب فی الزوائد علی التقریب بھی لکھی [۱]

(۱۶) الارشارات الی بیان اسماء المبھات۔ خطیب بغدادی کی کتاب کا خلاصہ ہے۔ نووی نے حدیثوں کے اسناد حذف کرکے اس میں بعض اضافے کئے ہیں۔ اور اس کو صحابہ کے ناموں کے اعتبار سے حروف معجم پر مرتب کیا ہے۔ خطیب کی کتاب کے مقابلہ میں اس سے استفادہ سہل ہے، اس میں متن حدیث کے مبہم ناموں کا ذکر ہے [۲]

(۱۷) الایضاح فی المناسک۔ یہ آٹھ ابواب پر مشتمل اور ابن صلاح کی مبسوط کتاب المناسک کا خلاصہ ہے، تاہم اس میں مناسک کے جملہ ضروری مسائل و مقاصد کا ذکر آگیا ہے، البتہ دلائل حذف کر دیئے گئے ہیں، رجب ۶۶۶ھ میں وہ اس کی تالیف و تصنیف مکمل کر چکے تھے، نورالدین علی سمہودی نے اس کی شرح لکھی تھی۔ بعض اسیر نے مناسک میں نووی کی تین اور بعض نے چار کتابیں بتائی ہیں [۳]

(۱۸) شرح البخاری۔ اس کو صرف کتاب الایمان تک ہی لکھ سکے تھے۔ شرح صحیح مسلم میں اس کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں "میں نے شرح بخاری میں گوناگوں معلومات جمع کی ہیں، یہ مختصر ہونے کے باوجود مفید و متنوع علوم و فوائد پر مشتمل ہے" [۴]

(۱۹) کتاب البیان۔ یہ دس ابواب میں ہے۔ اس کا نام البیان فی آداب حملۃ القرآن بھی ہے۔ اس میں قرآن کی تلاوت کے مسائل، قرأت و تجوید کے آداب، قرآن و اہل قرآن کی عظمت و جلالت، معلم و متعلم قرآن کے آداب اور قرآنی الفاظ کے ضبط و تحقیق وغیرہ کے گوناگوں مسائل و مباحث بیان کئے گئے ہیں۔ مصنف نے مختصر البیان یا مختار البیان کے نام سے اس کا خلاصہ اور شیخ محمد بن ابو سعید ایبی نے حدیقۃ البیان کے نام سے فارسی ترجمہ کیا تھا [۵] احمد بن

---

[۱] کشف الظنون ج ۱ دار رسالۃ المستطرفۃ کشف الظنون ج ۱ ص ۳۰ [۲] ایضاً [۳] مقدمہ شرح مسلم للنووی [۴] کشف الظنون ج ۱

عبدالکریم اشمونی کی کتاب منارالہدی فی بیان الوقف والابتدار کے حاشیہ پر یہ کتاب ۱۳۰۷ھ میں سے شائع ہو چکی ہے۔

(۲۰) مقاصد النووی۔ توحید، عبادت اور تصوف پر ایک چھوٹا سا رسالہ ہے۔ ۲۴ میں بیروت اور پھر مصر سے شائع ہوا ہے[1]

(۲۱) ریاض الصالحین۔ ترتیب و ترغیب اور زہد و ریاضت نفس سے متعلق صحیح حدیث کا مختصر مجموعہ ہے[2] معتبر اور مفید ہونے کی وجہ سے اس کو بڑی شہرت نصیب ہوئی، اور یہ مدارس نصاب میں داخل ہے۔

(۲۲-۲۳) التحریر فی شرح التنبیہ۔ یہ شیخ ابواسحٰق ابراہیم بن محمد شیرازی (م ۴۷۶ھ) کی کتاب التنبیہ کی شرح ہے۔ التنبیہ فروع و جزئیات پر مشتمل اور فقہ شافعی کی پانچ مشہور و متداول کتابوں میں ہے[3] اس کی کئی شرحیں لکھی گئیں۔ امام نووی نے دو شرحیں لکھی تھیں۔ جو اہم ہیں، ایک میں مفتی اور متروک مسائل کی توضیح اور مصنف کے غلط بیانات کی تصحیح کی گئی ہے اور دوسری میں الفاظ لغات کے ضبط و حل کی جانب خاص توجہ کی گئی ہے، غالباً اسی لئے اس کو تصحیح التنبیہ کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ امام نووی نے اس میں تنبیہ کی حدیثوں کے مفید نکات بھی بیان کئے دوسری شرح ۱۳۲۹ھ میں مصر سے کتاب التنبیہ کے حاشیے پر شائع ہو چکی ہے[4]

(۲۴) شرح المہذب۔ یہ بھی امام ابواسحٰق شیرازی کی مشہور اور عظیم الشان کتاب المہذب فی الفروع کی شرح ہے۔ المہذب کی اہمیت کی بناء پر اکثر فقہا نے اس کی جانب اعتناء کیا شرحیں لکھیں۔ امام نووی کی شرح گو نامکمل ہے۔ تاہم احکام و مسائل میں یہ بڑی جامع اور پُر از معلوما ہے۔ امام نووی نے شرح مسلم میں جا بجا اس کا حوالہ دیا ہے۔ علامہ ابن کثیر کا بیان ہے کہ مصنف نے اس میں غیر معمولی حدت و اختراع اور نقد و تحقیق سے کام لیا ہے، غریب الفاظ کی تحقیق

---

[1] معجم المطبوعات [2] ایضاً [3] تنبیہ کے قلمی نسخے لنڈن اور آکسفورڈ میں موجود ہیں اور ۱۸۷۹ء میں لنڈن سے جوئنبل کے اہتمام میں چھپ چکی ہے، اکتفاء القنوع [4] ملاحظہ ہو مقدمہ شرح

حدیثی معلومات اور گوناگوں دوسرے اہم امور و مسائل ایسے جمع کر دیئے ہیں جو دوسری کتابوں میں نہیں ملتے، مجھے اس سے بہتر فقہی کتاب کا علم نہیں، امام نووی نے ایک علیحدہ جز میں اس کی حدیثوں کی تلخیص بھی کی تھی، یہ الخلاصہ فی الحدیث کے نام سے موسوم ہے[1]

(۲۵) اربعین۔ اس حدیث کے بموجب جس میں چالیس حدیثوں کے جمع کرنے کی فضیلت وارد ہے، اکثر محدثین نے چالیس حدیثوں کے مجموعے مرتب کرنے کی جانب اعتنا کیا ہے، گو یہ روایت پایۂ اعتبار سے ساقط ہے، تاہم فضائل و ترغیبات میں توسیع کی بنا پر اس نوعیت کی بے شمار کتابیں لکھی گئیں۔ اور اربعینات بھی کتب حدیث کی ایک مشہور قسم ہے۔

مختلف علماء نے مختلف اغراض و مقاصد کے تحت اربعینات مرتب کئے ہیں، بعض نے توحید و صفات الٰہی کی چالیس حدیثوں کو جمع کیا، بعض نے اصول و مہمات دین کی روایتیں اکٹھا کیں، بعض نے جہاد کی اور بعض نے زہد و مواعظ اور بعض نے آداب و اخلاق اور فضائل اعمال وغیرہ کے متعلق چالیس حدیثیں جمع کیں۔ امام نووی نے اپنی اربعین میں ان سب امور کا لحاظ رکھا ہے، اس لئے ان کا مجموعہ اربعین ان گوناگوں اغراض و امور کا جامع ہے۔ نووی کا خود بیان ہے:۔

وھی اربعون حدیثا مشتملۃ علی	یہ چالیس حدیثیں ان سب امور کو شامل ہیں،
جمیع ذلک وکل حدیث منھا قاعدۃ	اور ان میں سے ہر ہر حدیث دین کے کسی
عظیمۃ من قواعد الدین۔	عظیم الشان قاعدے پر مبنی ہے۔

امام نووی نے اپنی اربعین میں صحیح و ثابت حدیثوں ہی کو جمع کرنے کا التزام کیا ہے ان کی اکثر روایات صحیح بخاری و صحیح مسلم سے ماخوذ ہیں، اختصار کے خیال سے سندیں حذف کر دی ہیں۔ اور چالیس کے بجائے یہ بیالیس حدیثوں پر مشتمل ہے۔

اربعین نووی کی اہمیت اس سے بھی ظاہر ہے کہ اس کی بے شمار شرحیں لکھی گئی ہیں، ایک شرح خود انہوں نے بھی لکھی تھی[2]، اس کا قلمی نسخہ رام پور کے کتب خانہ میں ہے، دوسری شرحوں

---

[1] کشف الظنون ج ۲ ۱۰۲۶ البدایہ ج ۱۳ و شذرات الذہب ج ۵ ص ۳۵۴ [2] کشف الظنون ج ۱ ص ۱۰۳ فہرست کتب عربیہ ج ۲

Marfat.com

اوران کے شارحین کے نام یہ ہیں :-

(۲) امام زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد المعروف بابن رجب بغدادی متوفی ۷۹۵ھ نے ایک طویل شرح لکھی، اس کا نام جامع العلوم والحکم ہے۔

(۳) نجم الدین سلیمان بن عبدالقوی طوفی حنبلی (م ۷۱۰ھ) کی شرح۔

(۴) تاج الدین عمر بن علی فاکہی (م ۷۳۱ھ) کی شرح۔

(۵) جمال الدین یوسف بن حسن بن حسن بن محمود سرانی اشبیلی (م ۶۹۹ھ) کی شرح۔

(۶) ابوحفص عمر البلیسی شافعی کی شرح فیض المبین کے نام سے موسوم ہے۔

(۷) برہان الدین ابراہیم بن احمد خجندی (م ۸۵۱ھ) کی شرح۔

(۸) شہاب احمد بن محمد ابی بکر الشیرازی الکازرونی کی ممزوج شرح کا نام ہادی المسترشدین ہے

(۹) شیخ زین الدین سریجا بن محمد ملطی (م ۷۸۸ھ) کی شرح نثر فوائد المربعین النوویہ چار جزوں میں ہے۔

(۱۰) شیخ ولی الدین کی شرح کا نام الجواہر البیہہ ہے۔

(۱۱) حافظ مسعود بن منصور بن امیر سیف الدین عبداللہ علوی کی شرح کا نام الکافی ہے یہ ممزوج شرح ہے۔

(۱۲) معین بن صفی کی شرح مختصر ہے۔

(۱۳) مصلح الدین محمد سعدی عبادی (م ۹۰۹ھ) نے وزیر علی پاشا کے لئے ایک شرح مرتب کی تھی۔

(۱۴) شہاب الدین احمد بن حجر ہیثمی ملی (م ۹۷۳ھ) کی ممزوج شرح فتح المبین کے نام سے مشہور ہے اور قاہرہ سے ۱۳۰۷ھ) میں چھپی ہے، اس پر حسن علی مدابغی کا حاشیہ ہے۔

(۱۵) نورالدین محمد بن الایجی کی شرح سراج الطالبین ومنہاج العابدین فارسی میں ہے۔

(۱۶، ۱۷) ملا علی قاری (م ۱۰۴۴ھ) نے دو شرحیں لکھیں، ان میں ایک نہایت

Marfat.com

جامع اور گوناگوں فوائد پر مشتمل ہے، صاحب کشف الظنون نے اس کو سب میں بہتر اور عمدہ شرح بتایا ہے۔

(۱۸) شیخ سراج الدین عمر بن علی بن ملقن شافعی (۸۰۴ھ) کی شرح۔

(۱۹) شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی (م ۸۵۳ھ) نے اربعین نووی کی حدیثوں کی تخریج کی تھی[1]

(۲۰) ابراہیم بن مرعی بن عطیہ الشبرخیتی مالکی کی شرح الفتوحات الوہبیہ قاہرہ سے ۱۳۰۰ھ میں شائع ہوئی[2]

(۲۱) علامہ عبدالہادی بن عبداللہ بن احمد کی شرح کا قلمی نسخہ رام پور میں ہے۔ یہ ۱۱۹۹ھ کا لکھا ہوا ہے[3]۔ اربعین نووی بولاق سے ۱۳۹۴ھ میں چھپی ہے۔ اور مصر سے بھی شائع ہوئی ہے۔ مصری ایڈیشن میں شیخ ہاشم شرقاوی کی شرح بھی ہے[4]

(۲۲) کتاب اذکار۔ کتاب الاذکار المنتخب من کلام سید الابرار امام نووی کی مفید اور مشہور کتابوں میں ہے۔ یہ ایک جلد میں ساڑھے تین سو سے زیادہ ابواب پر مشتمل ہے اس میں حدیث کی کتابوں سے شب و روز کے اشغال و اذکار اور دعائیں نقل کی گئی ہیں۔ ابتدا میں چند اہم اور ضروری فصلیں ہیں۔ ان میں اخلاص عمل اور حسن نیت کی اہمیت کا تذکرہ اور بطور تمہید اذکار کے عام اور مطلق فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ پھر اصل کتاب اور خاتمہ پر استغفار کا بیان ہے سب سے آخر میں تیس اہم حدیثیں درج ہیں۔

امام نووی نے احادیث و روایات سے اذکار و ادعیہ نقل کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا، بلکہ ان سے متعلق آیتیں اور متقدین کے اقوال بھی نقل کئے ہیں۔

اس موضوع پر پہلے جو کتابیں لکھی گئی تھیں۔ ان سے تکرار و طوالت وغیرہ کی بناء پر استفادہ آسان نہیں تھا۔ امام نووی نے تکرار و طوالت سے بچ کر اس کو عمدہ اور آسان پیرایہ میں اس جذبہ

---

[1] کشف الظنون ج ۱ کے اکتفاء القنوع کے فہرست ء بیہ مجلد دوم ۲ سہم المطبوعات العربیہ جلد ۲

سے لکھا ہے کہ ان کے لفول۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

فاذکرونی اذکرکم ۔ (بقرہ) سو مجھ کو یاد کرو تو میں تم کو یاد کروں گا۔

نیز دوسری جگہ ہے۔

وماخلقت الجن والانس اور میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت

الالیعبدون ۔ (ذاریات) کے لئے پیدا کیا ہے۔

ان آیتوں سے ثابت ہوا کہ بندہ کی سب سے عمدہ اور بہتر حالت وہی ہے جب وہ اللہ رب العالمین کو یاد کرتا، اور ان اذکار و اعمال میں مشغول رہتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہیں۔ اس لئے میں نے یہ مختصر کتاب تالیف کی[1]

اس میں اختصار و سہولت کے خیال سے عموماً سندیں حذف کر دی گئی ہیں، اور حدیثوں کے حسن، ضعیف اور منکر ہونے کی نشاندہی کر دی گئی ہے، اور کم علم و واقفیت رکھنے والوں کی رعایت سے غیر معروف صحابہ کے صحابی ہونے کی تصریح کر دی گئی ہے۔ نیز علم حدیث کے عمدہ مسائل، فقہی مباحث اور اہم اصول و آداب وغیرہ اس قدر واضح انداز میں لکھے گئے ہیں کہ عوام اور اہل علم و فقہہ سب کے لئے اُن کی معرفت آسان ہو گئی ہے۔

کتاب الاذکار کی زیادہ حدیثیں صحاح خمسہ (صحیح بخاری و مسلم، سنن ابی داؤد، ترمذی و نسائی) سے ماخوذ و مستنبط ہیں، اجزاء و مسانید وغیرہ موطا امام مالک، مسند احمد بن حنبل، مسند ابی عوانہ سنن ابن ماجہ، دار قطنی و بیہقی کی حدیثیں بھی کہیں کہیں نقل کی گئی ہیں اور صحاح کی ضعیف روائتیں بھی شاذ و نادر آ گئی ہیں، مگر ضعف کی تصریح کے ساتھ اس لئے صحت، وثوق اور اعتبار وغیرہ کی حیثیت سے کتاب الاذکار کا پایہ بلند ہے۔

اس کی حسب ذیل شرحیں لکھی گئیں :۔

---

[1] کتاب الاذکار

Marfat.com

(۱) الفتوحات الربانیتہ علی الاذکار النوویہ۔ یہ شیخ محمد بن علی بن محمد بن علان کی شافعی (م ۱۰۵۷ھ) کی شرح ہے۔

(۲، ۳) اذکار الاذکار۔ شیخ جلال الدین سیوطی کی تلخیص اور دو کراسوں کے بقدر ہے، اس خلاصہ کی سیوطی نے شرح بھی لکھی تھی۔

(۴) تحفۃ الابرار بنکت الاذکار۔ یہ بھی سیوطی کی تالیف ہے۔

(۵) مختصر الاذکار۔ شیخ شہاب الدین احمد بن حسین رملی (م ۸۲۴ھ) کی تالیف ہے۔

(۶) اتحاف الاخبار فی نکت الاذکار۔ یہ تعلیق شمس الدین محمد بن طولون دمشقی کی ہے۔

(۷) اذکار کے فارسی ترجمے بھی کئے گئے۔ ایک ترجمہ ۷۷۶ھ کا کیا ہوا ہے، اس کے مصنف کا نام معلوم نہیں [1]

۲۵۔ تہذیب الاسماء واللغات۔ اس میں ان اسماء واعلام کے الفاظ ولغات کی تشریح و توضیح کی گئی ہے۔ جو مندرجہ ذیل چھ کتابوں میں مذکور ہیں۔ مختصر مزنی۔ (۱) مہذب (۲) تنبیہ (۳) وسیط (۴) وجیز اور (۵) روضہ۔

مزید افادہ کے خیال سے مصنف نے بعض ایسے ناموں اور لفظوں کا ذکر بھی کر دیا ہے، جو ان کتابوں میں موجود نہیں ہیں۔ یہ کتاب دو قسموں میں ہے، پہلی میں اسماء اور دوسری میں لغات و اماکن کا ذکر ہے۔ اس اعتبار سے پہلی قسم کی حیثیت ابتدائی اسلامی عہد کے مشاہیر واصحاب کمال کے سیر و تراجم کی اور دوسری قسم کی نوعیت لغوی قاموس کی ہے۔

دونوں قسموں کو حروف معجم پر مرتب کیا گیا ہے، مگر قسم اوّل میں تبرک کے خیال سے محمد نام کے لوگوں کا پہلے ذکر کیا گیا ہے، اس قسم میں ذکور واناث کا علیحدہ علیحدہ ذکر ہے، اسی طرح جو لوگ کینتوں یا انساب وقبائل کی نسبتوں سے مشہور ہیں۔ ان کا بھی ناموں سے الگ ذکر کیا گیا ہے اسماء والفاظ کی حرکات وغیرہ کو ضبط کرنے کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔

---

[1] کشف الظنون

Marfat.com

تہذیب الاسماء واللغات بڑی تحقیق سے لکھی گئی ہے، اور اس میں مندرج تمام چیزیں معتبر و مستند کتابوں سے ماخوذ ہیں، گو مصنف نے مشہور باتوں اور عام اقوال کے حوالے تو نہیں دیئے ہیں، مگر غیر معروف اور غریب اقوال کے حوالے دے دیئے ہیں۔

اس کتاب کی ترتیب و تالیف میں تاریخ، طبقات، رجال، تراجم، انساب، مغازی، سیر، تفسیر، حدیث اصول و شروحِ حدیث، فقہ و کلام، لغت و ادب اور صرف و اشتقاق وغیرہ گوناگوں فنون کی کتابوں سے مدد لی ہے، ان میں سے اکثر کتابوں کا اس کے دیباچہ میں ذکر بھی ہے، اس لئے یہ عظیم فوائد و مطالب اور گوناگوں مسائل و مباحث کا مجموعہ ہے، اور اس میں الرجال و طبقات اور لغت کے علاوہ حدیث و تفسیر وغیرہ متعدد علوم بھی شامل ہو گئے ہیں۔

تہذیب الاسماء کی دونوں قسمیں مصر کے مطبع منیریہ نے دو دو جزدن میں شائع کی ہیں، اور اہل علم نے نووی کی بعض اور کتابوں کی طرح اس کی جانب بھی اعتناء کیا ہے۔

(۱، ۲) شیخ کمال الدین محمد بن محمود حنفی (م ۷۸۶ھ) اور شیخ محی الدین، عبدالقادر بن محمد قرشی حنفی (م ۷۷۵ھ) نے اس کو نئے ڈھنگ اور انداز پر مرتب کیا ہے۔

(۳، ۴) شیخ عبدالرحمٰن بن محمد بسطامی نے الفوائد السنیہ کے نام سے تلخیص اور شیخ جلال الدین سیوطی نے اس کا مختصر لکھا ہے[1]

۲۶۔ الروضۃ۔ یہ فقہی فروع و جزئیات پر مشتمل ہے، بعض مصنفین نے اس کا نام روضۃ الطالبین و عمدۃ المتقین فی الفروع لکھا ہے، اس میں رافعی کی وجیز کی شرح و تلخیص کی گئی ہے یہ کتاب بڑی اہم اور شوافع میں نہایت مقبول ہے، اس کی جانب بڑا اعتناء کیا گیا ہے، صاحب کشف الظنون نے اس کی دو درجن سے زیادہ شروح و مختصرات اور حواشی کا ذکر کیا ہے[2]

۲۷۔ منہاج الطالبین و عمدۃ المفتین۔ محرر امام ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد رافعی قزوینی (م ۶۲۳ھ) کی فروع شافعیہ میں نہایت مشہور و مقبول اور بڑی معتبر و مستند کتاب خیال کی جا

---

[1] کشف الظنون ج ۱ والرسالۃ المستطرفۃ ایضاً

ہے راامام نووی کی یہ کتاب اس کا مختصر ہے، وہ فرماتے ہیں کہ" ہمارے ہم مسلک علمار نے متعدد کتابیں لکھی ہیں، لیکن محرر کا متن گوناگوں فوائد کا حامل اور تحقیقِ مذہب کے باب میں نہایت معتبر و مستند ہے، مگر اس کا حجم اس قدر زیادہ ہے کہ موجودہ زمانے کے تن آسان اور سہولت پسند لوگوں کے لئے اس سے استفادہ آسان نہیں تھا، اس لئے میں نے اس کا مختصر لکھا جو اصل کتاب کے نصف کے بقدر ہے، میں نے اس میں بعض مفید اور عمدہ مسائل و مباحث کا اضافہ بھی کیا ہے[1]۔

منہاج بڑی اہم کتاب ہے اور یہ شوافع میں مشہور و متداول بھی ہے۔ اس کی جانب بڑا اعتناء کیا گیا۔ اور پچاس سے زیادہ شرحیں اور حواشی لکھے گئے۔

۲۸۔ شرح صحیح مسلم۔ اس کا اصل نام المنہاج شرح صحیح مسلم ہے، مگر یہ شرح صحیح مسلم کے نام سے مشہور اور علامہ نووی کی سب سے اہم اور شہرۂ آفاق تصنیف ہے۔ صحیح مسلم کی متعدد شرحیں لکھی گئیں۔ مگر ان میں سے کوئی شہرت و مقبولیت اور اعتبار و وثوق کے لحاظ سے اس کے ہم پایہ نہیں۔ شوافع میں جو علماء و محدثین حدیث کی شرح و تحقیق میں بے نظیر خیال کئے جاتے ہیں۔ ان میں ایک علامہ نووی بھی ہیں، ان کی یہ شرح نہ تو مطول و مفصل ہے، اور نہ بہت مختصر و مجمل، بلکہ متوسط ہے، اس کے شروع میں ایک مقدمہ بھی ہے۔ اس میں صحیحین خصوصاً صحیح مسلم کی اہمیت و خصوصیت، امام مسلم کی حدیث میں عظمت و برتری، غیر معمولی احتیاط و کاوش اور دقت نظر وغیرہ کے علاوہ اصول و روایت اور فن حدیث کے مباحث و مصطلحات تحریر کئے گئے ہیں۔ اس شرح کی بعض اہم خصوصیات یہ ہیں:۔

(۱) یہ متوسط اور جامع شرح ہے، اس لئے حشو و زوائد اور تکرار و اطناب سے خالی اور فنی نکات و متنوع مطالب و حقائق اور مختلف احکام و آداب، نیز حدیث سے مستنبط ہونے والے مفید مسائل و مباحث پر مشتمل ہے۔

(۲) یہ تحریر و تصنیف کی خوبی و دلکشی سے بھی معمور ہے، عبارت میں سلاست و روانی

---

[1] کشف الظنون۔

اور پیرایہ بیان میں دلآویزی ہے۔

(۳) جو حدیثیں بظاہر مختلف و متضاد نظر آتی ہیں۔ ان میں جمع و تطبیق کی صورتیں بیان کی گئی ہیں اور سند و متن ہر ایک کے فرق و اختلاف کو دور کیا گیا ہے۔

(۴) حدیثوں کے مصالح و حکم اور ان سے مستنبط احکام کے اسرار و علل بیان کئے گئے ہیں۔

(۵) اسناد و رجال کی دقیق بحثیں، ان کے لطائف اور روات کے متعلق گوناگوں معلومات تحریر کی گئی ہیں۔

(۶) ایک حدیث کی شرح اسی نوعیت کی دوسری حدیثوں سے کی گئی ہے اور کہیں کہیں قرآن مجید کی آیتوں سے بھی مدد لی ہے اور دکھایا ہے کہ حدیث فلاں آیت کے موافق ہے جن حدیثوں میں قرآن مجید کی آیات مذکور ہیں۔ ان کی شرح و تفسیر بھی کی ہے، اور اس سلسلہ میں مفسرین کے آثار بھی تحریر کی ہیں، الفاظ حدیث کی وضاحت کے لئے قرآنی آیات سے استدلال بھی کیا گیا ہے۔

(۷) مشکل الفاظ کے ضبط و تحقیق، دقیق فقروں اور جملوں کی وضاحت اور کلام کے اسالیب وغیرہ کا ذکر بھی ہے۔

(۸) متقدین علماء کے اقوال نقل کرنے پر ہی اکتفاء نہیں کیا گیا ہے، بلکہ ان کا محققانہ جائزہ لے کر اُن کی قوت و ضعف اور صحت و سقم کی نشاندہی کی گئی ہے، اور جو اقوال قوی و مرجح معلوم ہوئے ہیں ان کے وجوہ ترجیح بھی تحریر کئے گئے ہیں، امام نووی، ابن صلاح اور قاضی عیاض جیسے اکابر فن پر بھی جن کی کتابوں سے انہوں نے بڑا استفادہ کیا ہے نقد و جرح کرتے ہیں۔ اور محدثین و شارحین حدیث کے علاوہ فقہاء اور دوسرے طبقہ و فن کے علماء پر بھی انہوں نے نقد و تعقب کیا ہے، خود امام مسلم بھی ان کی گرفت سے نہیں بچ سکے ہیں چنانچہ کہیں کہیں اُن کے خیالات اور لغوی و فنی مسامحات کا بھی ذکر کیا ہے [1]

---

[1] اس سے یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ اکابر علماء امام مسلم وغیرہ کی عظمت کے قائل نہ تھے۔ بلکہ ان کو ان حضرات کی جلالت قدر کا پورا اعتراف تھا۔ اور انہوں نے امام مسلم کی مہارت و مذاقت فن وقت نظر اور (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹۱ پر)

Marfat.com

(۹) حدیثوں کا مفہوم ایسے عمدہ اور دلنشین پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے کہ کوئی اشتباہ و اشکال باقی نہیں رہ گیا ہے، امام نووی کی بحث کا طریقہ اور شرح کا انداز یہ ہے کہ پہلے وہ زیر بحث ابواب کی روائتوں کے مختلف وجوہ و طرق نقل کرکے ان کے اور متن کے فرق و اختلاف کی تصریح، رجال و روایت پر گفتگو، مشکل اسماء و لغات کی ضبط و تحقیق، راویوں کے مختصر حالات اور فن حدیث میں ان کا درجہ و مرتبہ واضح کرتے ہیں۔ اس کے بعد متن کے مشکلات سے تعرض کرکے اُن کا ٹھیک ٹھیک مفہوم بیان کرتے ہیں اور حدیث کے اہم نکات اور اس سے مستنبط ہونے والے احکام و آداب وغیرہ ذکر کرتے ہیں۔ جن امور و مسائل میں اہل فن اور ائمہ فقہ و حدیث کا نقطۂ نظر مختلف ہوتا ہے۔ ان کے متعلق اختلافات ذکر کرکے دلائل و شواہد سے مختار و مرجع قول و مسلک کی نشاندہی کرتے ہیں

فن حدیث کے علاوہ اس میں اصول و شروح حدیث، فقہ و احکام، تفسیر و تاریخ، کلام و عقائد، سیر و تراجم، رجال و انساب، لغت و ادب، صرف و نحو، اعراب و امالی اور قرأت و تجوید

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹۰) حدیث میں احتیاط و تیقظ کی جا بجا تحسین کی ہے۔ جمہوریت کی طرح وہ بھی امام بخاری کی منزلت اور ان کی صحیح کی تمام کتب حدیث میں برتری کے قائل ہیں، اس شرح میں انہوں نے جا بجا صحیح بخاری کے افضل و برتر ہونے کا ذکر بھی کیا ہے اور ان کے نزدیک بعض مغاربہ کا یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ صحیح مسلم حدیث کی سب سے بہتر اور صحیح کتاب ہے، مگر اس کے باوجود وہ یہ کہتے ہیں کہ ظاہر گلے را رنگ و بوائے دیگر است۔

مجموعی حیثیت سے نہ سہی لیکن بعض حیثیتوں سے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح حاصل ہے، چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں۔

صحیح مسلم کی بعض منفرد اور امتیازی خصوصیات بھی ہیں۔ مثلاً سہل اور آسان ہونے کی وجہ سے استفادہ میں سہولت، امام مسلم ہر حدیث کو اس کے مناسب موقع و محل اور موزوں جگہ پر بیان کرتے ہیں، اور اس کے تمام مختار طریق، متعدد سندیں اور مختلف الفاظ وغیرہ بھی نقل کرتے ہیں۔ اس سے طالبین فن کے لئے ان کے تمام وجود پر نظر کرنا اور استفادہ سہل ہوگیا ہے، اس کے برخلاف امام بخاریؒ مختلف وجود و طرق کو جدا جدا ابواب میں بیان کرتے ہیں اور اکثر حدیثیں ایسے ہیں۔ جن کی طرف ذہن بھی منتقل نہیں ہوتا۔ گو اس سے ان کے پیش نظر ایک خاص (بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹۲ پر)

Marfat.com

کے مسائل و مباحث بھی تحریر کئے گئے ہیں۔ اوران میں سے ہر ہر فن کی کتابوں کے حوالے دیئے گئے ہیں، فنی مباحث سے قطع نظر دوسرے امور و مسائل پر بھی نووی کی بحثیں محققانہ اور پُر مغز ہیں، یہ کتاب متعدد بار چھپ چکی ہے، اور اس کے بعض خلاصے بھی لکھے گئے ہیں۔

بعض اعتراضات | بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان کو شافعیت میں غلو تھا، اس لئے وہ مذہب شافعی کو شرح میں زیادہ اہتمام سے نقل کرتے ہیں، اور اسی کو قوی اور مرجح بھی قرار دیتے ہیں، مگر نووی کے حامیوں نے اس الزام کو سراسر غلط قرار دیا ہے، چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں :-

ومنزہ بود از تعصب شافعیت و متصف	شافعی مذہب کی عصبیت سے پاک اور
بانصاف و نقل میکرد در کتب خود از اقوال	انصاف پسند تھے، اور اپنی کتابوں میں امام
ابوحنیفہ رح	ابوحنیفہ رح کے اقوال و مسالک بھی بیان
	کرتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ وہ اپنے فقہی مذہب کا ذکر زیادہ اہتمام سے کرتے ہیں اور عموماً اسی کو مرجح بھی ثابت کرتے ہیں، ممکن ہے زمانہ کے عام اثر کی وجہ سے ان میں یک گونہ عصبیت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹۱) عزم و حکمت ہوتی ہے۔ مگر طلبۂ حدیث کے لئے اس کے جملہ طرق کو جمع کرنا دشوار ہوتا ہے، اسی بنا پر متاخرین محدثین کی ایک جماعت کو غلط فہمی ہوئی، اور انہوں نے صحیح بخاری کی بعض حدیثوں کے بارے میں یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اس میں نہیں ہیں، حالانکہ وہ موجود ہوتی ہیں (مقدمہ نووی بر شرح مسلم)

نیز لکھا ہے کوئی شخص بھی علم الاسناد کی ان دقیق باتوں میں جن کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے، امام مسلم کا شریک و سہیم نہیں ہے۔ ان کی کتاب میں صنعت اسناد کی بعض ایسی خصوصیات ہیں جو اس کو صحیح بخاری سے بھی ممتاز کر دیتی ہیں۔

جس طرح امام مسلم کی غلطیوں کی نشاندہی کی ہے اسی طرح جہاں ان کو امام مسلم پر کئے جانے والے اعتراضات اور بے وزن معلوم ہوئے ہیں ان کی پرزور تردید کر کے امام مسلم کے نقطۂ نظر کی حمایت کی ہے، اس سے ان کے زور استدلال تنقد و نظر کی قوت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

بھی رہی ہو، تاہم ان میں رواداری اور حق پسندی بھی تھی۔ اس لئے وہ اپنے مرجح مسلک کے دلائل وشواہد بھی بیان کرتے ہیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نیک نیتی کے ساتھ ہی کسی مسلک کے قوی اور ضعیف ہونے کے قائل رہے ہوں گے، وہ دوسرے ارباب مذہب اور ائمۂ فقہ کے مسالک نقل کرنے سے اغماض بھی نہیں برتتے۔ مشہور فقہائے صحابہ وتابعین اور ائمۂ ثلاثہ کے علاوہ انہوں نے فقہائے امصار کے مذہب بھی نقل کئے ہیں۔ بلکہ اُن کی وسیع النظری اور رواداری نے فرق ضالہ، خوارج، معتزلہ اور روافض کے مذہب واقوال نقل کرنے سے بھی ان کو باز نہیں رکھا ہے، اس لئے وہ ان کے اقوال ذکر کرکے ان کی تردید کرتے ہیں۔

Marfat.com

امام ابو محمد عبدالمومن دمیاطی

(متوفی ۷۰۵ھ)

نام ونسب | عبدالمومن نام، ابو محمد کنیت، شرف الدین لقب اور نسب نامہ یہ ہے عبدالمومن بن خلف بن ابی الحسن بن شرف بن خضر بن موسیٰ [1]

ولادت ووطن | ۶۱۳ھ کے اواخر میں تونہ میں پیدا ہوئے اور دمیاط میں نشو ونما پائی بعض لوگوں نے ان کا مولد بھی دمیاط ہی بتایا ہے [2]، اس لئے وہ تونی اور دمیاطی دونوں کہلاتے ہیں۔ تونہ دمیاط اور تنیس کے قریب ایک گاؤں کا نام ہے، اور دمیاط ساحل سمندر کے کنارے ایک بڑا مشہور اور سرسبز وشاداب شہر ہے، بعض لوگوں نے اس کا تلفظ دال مہملہ کے بجائے ذال معجمہ سے (ذمیاط) لکھا ہے، مگر یہ خود دمیاطی کی تصریح کے خلاف ہے اور علامہ سمعانی نے بھی اس کی تردید کی ہے [3]

اساتذہ | دمیاطی کے شیوخ کی تعداد بے شمار ہے، ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:

ابن قمیرہ، ابن مسلمہ، ابن میقر، ابوالقاسم بن رواحہ، ابونصر بن علیق، ابراہیم بن خیر، زین الدین عبدالعظیم منذری، صفیہ قرشی، ظافر بن شجم، عبدالخالق البسری، علم بن صابونی، علی بن زید القرشی، علی بن مختار، عیسیٰ خیاطی، منصور بن دباغ، موہوب بن جوالیقی، یوسف بن خلیل، یوسف بن معطی

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۱۴ وشذرات الذہب ج ۶ [2] الدرر الکامنہ ج ۲ [3] بستان المحدثین

[3] ایضاً وکتاب الانساب

Marfat.com

المحلی وغیرہ حافظ زکی الدین منذری اور یوسف بن خلیل سے ان کو زیادہ اور خاص تعلق تھا[1]

تلامذہ | تلامذہ کی تعداد بھی بے شمار ہے، چند کے نام یہ ہیں:۔

ابوالحسین یونینی، ابوحیان اندلسی، شیخ اثیرالدین، شیخ تقی الدین سبکی، صاحب کمال الدین بن عدیم، قاضی علم الدین اخنائی، علم الدین برزالی، فتح الدین ابوالفتح بن سیدالناس یعمری، فخرالدین نویری، قطب الدین عبدالکریم، شیخ محمد بن محمد ابیوردی، محی الدین نووی۔

دمیاطی کے تلامذہ کی فہرست میں ان کے معاصرین واقران اور بعض شیوخ بھی شامل ہیں، اوران کے بعض تلامذہ جیسے شیخ ابیوردی اور ابن عدیم وغیرہ ان سے سن وسال میں کافی بڑے تھے اور دمیاطی سے مدتوں پہلے ان کی وفات بھی ہوگئی تھی[2]

طلب علم کے لئے سفر | دمیاط میں علم وفن کی تحصیل کے بعد انہوں نے مصر، اسکندریہ، بغداد، حلب، حماۃ، ماردین حران، دمشق، عراق، حرمین اور جزیرہ کا سفر کیا، عراق دو بار تشریف لے گئے، اور دمشق میں عرصۂ دراز تک قیام کیا۔

شوق علم | ان کو علم وفن سے اشتغال وتعلق تھا، اور اس کے لئے مشقت جھیل کر متعدد شہروں کا سفر کیا اور ابن خلیل اور صغانی کی بے شمار کتابیں لائے، انہوں نے علوم وفنون کی تحصیل کے بعد ان کی نشر واشاعت کا کام بھی بڑی دلچسپی اور شوق سے انجام دیا[3]

حفظ وثقاہت | ان کے ضبط وثقاہت، حفظ واتقان اور عدالت ودیانت پر سب کا اتفاق ہے، شاہ عبدالعزیز صاحبؒ فرماتے ہیں کہ "صدق ودیانت اور حفظ واتقان میں سرآمد روزگار تھے"۔ سیوطی کا بیان ہے کہ "وہ حاذق، حافظ اور متقن تھے"، ذہبی نے ان کو "الحافظ الحجۃ"، ابن کثیر نے "الحافظ البلیغ"، ابن حجر نے "حافظ للحدیث"، اور یافعی وابن عماد نے "حافظ وقت" کہا ہے۔ ابوالحجاج مزی فرماتے ہیں کہ "میں نے حفظ حدیث میں ان سے بلند پایہ شخص نہیں دیکھا"۔ ابوحیان جب ان کے واسطہ سے کوئی روایت بیان کرتے تو کہتے کہ "ہم سے حافظ مشرق ومغرب

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۴ والدرر الکامنۃ ج ۲ [2] ایضاً ج ۴ [3] البدایہ والنہایہ ج ۱۳

Marfat.com

نے روایت کی ہے[1]"

حدیث میں درجہ ومرتبہ | حدیث میں دمیاطی کی بلند پائیگی اورعظمت کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ علامہ سیوطی نے مصر کے اکابر حفاظ و ناقدین حدیث میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور علامہ ذہبی نے ان کو "شیخ المحدثین" لکھا ہے۔ حافظ ابن کبیر نے ان کے کمالات گناتے ہوئے ان کے علوئے اسناد، کثرتِ روایت اور جودت ورایت وغیرہ کا بھی ذکر کیا ہے، نواب صدیق حسن خاں صاحب صاحبِ فوات کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ علامہ دمیاطی کثرت روایت اور حسن مذاکرہ وغیرہ میں ممتاز تھے"۔ برزالی کا بیان ہے کہ وہ بلند پایہ اصحاب روایت و درایت اور نامور حفاظ و محدثین میں آخری شخص تھے"۔ صاحبِ شذرات نے ان کو "بقیہ نقاد الحدیث بتایا ہے۔ حافظ ابن حجر حدیث میں ان کی امامتِ فن کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس فن میں ان کے کمال پختگی، تبحر اور عظمت کا ثبوت یہ ہے کہ وہ حدیث کی طلب وجستجو اور جمع وتخریج کرنے کے بعد مسند درس پر متمکن ہوئے اور اپنے شیوخ واساتذہ کی زندگی ہی میں درس املاء کرانے لگے تھے، اوران کے رفقاء ومعاصرین کی ایک بڑی تعداد نے ان سے حدیثیں لکھی اور روایت کی ہیں[2]

فقہ | تفقہ واجتہاد میں ممتاز اور اکابر فقہائے شافعیہ میں شمار کئے جاتے تھے، تمام مؤرخین نے ان کے فقہی کمالات اوراجتہادی شان کا ذکر کیا ہے، انہوں نے پہلے اپنے وطن میں اس فن کی تحصیل کی اوراس میں مہارت بہم پہنچانے کے بعد علم حدیث کی جانب اعتنا کیا، مزی کا بیان ہے کہ ان کا مطالعہ فقہ اور فقہی معلومات وسیع تھے[3]

قرأت | علوم قرأت وتجوید میں بھی درک رکھتے تھے، اور قرآت سبعہ کے ماہر تھے ان کی تحصیل مشہور صاحب فن کمال ضریر سے کی تھی۔ صاحبِ فوات کا بیان ہے کہ

---

[1] والبدایہ ج ۱۴ وحسن المحاضرہ ج ۱ وبستان المحدثین [2] تذکرۃ ج ۴ والدرر الکامنہ ج ۲ والبدایہ والنہ ج ۱۴، حسن المحاضرہ ج ۱ وبستان المحدثین [3] ایضاً

Marfat.com

مقری، سریع القرأۃ اور مجود بارع تھے[1]

نحو، لغت و عربیت | ان کو نحو، لغت اور عربیت میں بھی عبور حاصل تھا، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ عربیت میں صاحب کمال وجید اور الفاظ و لغات کے وسیع النظر عالم تھے، سفدی کا بیان ہے کہ "وہ لغوی، نحوی اور فصیح تھے[2]

انساب | نسب دانی میں بھی معروف و ممتاز تھے، مؤرخین نے ان کو النسابۃ اور رأساً فی النسب لکھا ہے، حافظ ابن حجر کا بیان ہے کہ "علم انساب میں علامہ دمیاطی متقدمین پر فوقیت رکھتے تھے[3]

شعر و سخن | نثر کی طرح اقلیم شعر و سخن کے تاجدار بھی تھے، علم حدیث کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

علم الحدیث لہ فضل ومنقبۃ　　نال العلاء بہ من کان معنیا

علم حدیث کی بڑی فضیلت و اہمیت ہے، اس کی جانب اعتناء کرنے والا بلندی سے ہمکنار ہوجاتا ہے،

ما حازہ ناقص الا وکملہ　　او حازہ عاطل الا حلاہ حلیا

ناقص اور زیور کمال سے عاری شخص بھی اس کی جمع و تدوین کرکے کامل اور مزین ہوجاتا ہے۔

کتاب و سنت کے علم کی برتری اور منطق و کلام کی مذمت میں فرماتے ہیں:

وما العلم الا فی کتاب وسنۃ　　وما الجھل الا فی کلام ومنطق

علم صرف کتاب و سنت کے اندر ہے، اور کلام و منطق تمام تر جہالت کا نام ہے،

وما الخیر الا فی سکوت بحسبۃ　　وما الشر الا فی کلام ومنطق

بھلائی اس خاموشی میں ہے جو نیکی کے خیال سے اختیار کی جائے اور شر و فساد گفتگو اور گویائی میں ہے۔

جامعیت | غرض وہ علامہ دہر اور مختلف علوم و فنون کے ماہر و جامع تھے، حافظ ابن حجر

---

[1] تذکرۃ ج ۴ والدرر الکامنۃ ج ۲ واتحاف النبلاء　[2] ایضاً　[3] الدرر و حسن المحاضرہ ج ۱

[4] بستان المحدثین

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ وہ مختلف چیزوں میں یگانہ و یکتا اور بے مثل تھے اور صفدی کا بیان ہے کہ وہ "کثیر الفنون" تھے ابن عماد لکھتے ہیں کہ "ان کے کمالات نہایت متنوع اور گوناگوں تھے"[1]

جامعیت و مرجعیت ان گوناگوں کمالات اور مختلف علوم میں جامعیت نے ان کی شخصیت کو بڑی عظمت اور نہایت جلیل القدر بنا دیا تھا، اس لئے وہ مقبول و مرجع انام ہو گئے تھے، اور امام و مقتدا کہلاتے تھے۔ ابن عماد کہتے ہیں کہ وہ ائمہ اعلام میں تھے، مزی کا بیان ہے کہ عالی قدر اور بلند پایہ تھے، حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ دور دراز علاقوں سے علم و فن کے شائقین اور طلبہ ان کی خدمت میں جوق در جوق آکر ان سے فیضیاب ہوتے تھے" حافظ ذہبی کا بیان ہے کہ وہ طلبۂ فن کے محبوب اور ہر دلعزیز اور بڑی محترم، باوقار اور پُر جلال شخصیت کے مالک تھے[2]

تدین و تقویٰ علم و فضل کے ساتھ زہد و اتقا اور تدین میں بھی ممتاز تھے، ان کی دیانت اور دیانت داری کا اہل سیر نے ذکر کیا ہے، حج بیت اللہ سے بھی مشرف ہوئے تھے، اکثر روزہ رکھتے اور ابن کثیر کا بیان ہے کہ اسی حالت میں ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی تھی[3]

اخلاق و عادات وہ بڑے خلیق، متواضع اور ہنس مکھ تھے، تذکرہ نگاروں نے ان کی خوش خلقی، شرافت نفس، حسن اخلاق اور تواضع کا ذکر کیا ہے[4] ان کی مقبولیت و مرجعیت میں ان کی شرافت خوش معاملگی اور پاکیزہ خوئی کا بھی دخل تھا۔

لطافت و ظرافت مزاج میں خشکی اور تقشف نہ تھا، اس لئے مزاح و تفنن کی باتیں بھی کرتے تھے، ان کی خوش طبعی اور ظرافت کا ایک واقعہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن وہ کسی مجلس میں تشریف لے گئے، لوگ حدیث پڑھ رہے تھے، کسی مقام پر عبداللہ بن سلام کا نام آیا تو قاری نے اس کو سلام کی تشدید کے ساتھ پڑھا، دمیاطی نے فوراً کہا: سلام علیکم۔

---

[1] الدرر الکامنۃ ج ۲، شذرات ج ۶ [2] شذرات الذہب ج ۶ والبدایہ ج ۱۴ و تذکرہ الحفاظ ج ۴

[3] تذکرۃ الحفاظ ج ۴، الدرر الکامنۃ ج ۲ والبدایہ ج ۱۴ [4] ایضاً و اتحاف النبلاء۔

لام سلام " اس طرح قاری کو اپنی غلطی پر تنبہ ہو گیا [1]

سائش و فراغت | اللہ تعالیٰ نے ان کو فارغ البالی اور کشادگی عطا کی تھی، اور وہ بعض ہم عہدوں پر فائز تھے [2]

قہی مسلک | پہلے ذکر آچکا ہے کہ وہ اکابر شوافع میں شمار کئے جاتے تھے لیکن ان کو ں مذہب میں غلو نہ تھا، بلکہ ان کے مزاج میں بڑی انصاف پسندی تھی، حتیٰ شافعی کا وہ اکثر رس دیتے تھے، مگر ان کو..... یہ کہنے میں تامل نہ ہوتا کہ اس کے اکثر الفاظ صحیحین کی روایت کے مطابق نہیں ہیں۔

امام شافعی کے مذہب و مسلک سے وابستہ ہونے کے باوجود وہ دوسرے ائمہ کی نظمت و احترام کا پورا خیال رکھتے تھے، امام مالک کی مدح و توصیف میں اکثر رطب اللسان رہتے کہ بعض لوگ ان کو مالکی المذہب خیال کرتے تھے [3]

منطق و کلام سے نفرت و بیزاری | وہ نہایت راسخ العقیدہ مسلمان اور اہل سنت والجماعت کے مسلک کے پیرو تھے، اس لئے منطق و کلام میں انہماک و توغل کو سخت ناپسند کرتے تھے ان کے زمانہ میں عالم اسلام خصوصاً مصر میں یونانی علوم اور منطق و کلام کا طوطی بول رہا تھا اور کتاب و سنت کے بجائے انہی علوم کے مسائل و مباحث کی جانب لوگوں کی توجہ مبذول ہو کر رہ گئی تھی، تاتاریوں کے حملہ اور سقوط بغداد کے بعد نصیر الدین طوسی اور ان کے ہمنوا منطق و فلسفہ کے غلغلہ اس قدر زور و شور سے بلند کیا کہ کتاب و سنت سے بعد رہ کر بہت سے لوگ مذہب کے متعلق شک و تذبذب میں مبتلا ہونے لگے، عام محدثین و فقہاء ان کے مقابلہ کی قوت نہ تھی، اس کی سرکوبی کے لئے اللہ نے اس صدی کے عظیم الشان مجتہد نامور مجتہد اور مجدد اعظم شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ کا انتخاب کیا جنہوں نے یونانی حکمت و فلسفہ کی مدلل تردید و تنقید کو اپنا خاص موضوع بنایا اور ان کے پرزور قلم نے اس فتنہ کی دھجیاں بکھیر دیں۔

---

[1] الدرر الکامنہ ج ۲ و بستان المحدثین [2] ایضاً [3] بستان المحدثین

Marfat.com

جن گنے چنے محدثین نے یونانی افکار وعلوم کی آمیزش سے اسلامی علوم اور غیر اسلامی عناصر سے اسلام کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی ان میں امام دمیاطی کا نام بھی ہے، ان کو منطق کلام سے بڑی نفرت تھی، اس کا نمونہ ان کی شاعری میں بھی ملتا ہے، اس کی مثال پہلے گذر چکی ہے یہاں منطقیین اور فلاسفہ کی رد میں ان کی ایک تحریر کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

"منطقیوں پر علمائے حق نے اس لئے نکیر کی ہے کہ انہوں نے علوم عقلیہ کو اوڑھنا بچھونا بنا لیا ہے اور وہ ان فضال عقلی علوم میں پڑ کر کتاب وسنت اور علوم نقلیہ سے غافل اور بے پروا ہو گئے ہیں، ان لوگوں کی منطق و فلسفہ سے اس قدر الفت ودلچسپی کا سبب یہ ہے کہ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اس سے واقفیت کے بغیر آدمی خوش اسلوبی سے گفتگو ہی نہیں کر سکتا، حالانکہ یہ سراسر مضحکہ خیز بات ہے۔ کیا امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ نے اس فن کی تحصیل کی تھی کیا امام ابوحنیفہؒ اور ایاس بن معاویہؒ کی ذہانت وطباعی اور عمرو بن عاص کی سیاست وفراست منطق ہی کی بدولت تھی، کیا سفیان ثوریؒ کے کمالات اس کے رہین منت تھے اور کیا قس سحبان کی فصاحت وطلاقت لسانی، اس میں مشق وممارست ہی کا نتیجہ تھی؟ کیا کوئی شخص ان حضرا کو عربی اور محبت وگفتگو میں عاجز وقاصر تصور کر سکتا ہے؟ حالانکہ ان لوگوں کو اس فن میں کوئی خ نہیں تھا۔ پھر اس لایعنی اور بے سود فن کے درپے ہو کر اس کے لئے غیر معمولی ریاضت ومشقت انگ کرنا کس قدر حیرت انگیز ہے؟ یقیناً شیطان نے ان لوگوں کو دھوکے اور فریب میں مبتلا کر ہے، اس میں شک نہیں کہ بعض اہل قلم کو اس کے مطالعہ میں غلو وانہماک نہیں ہوتا، مگر اس کے باوجود کیا یہ اس کی کم مضرت ہے کہ انسان بے سود باتوں میں اُلجھ کر رہ جائے جن سے اللہ تع نے اس کو مستغنی اور بے نیاز بنایا ہے۔

عام منطقیوں کا خاص منتہائے نظر اور اہم مرکز توجہ یہی غیر مفید فن ہے اور اس کو ثابت حقائق ومسلمات کا آلہ ذریعہ بنائے ہوئے ہیں اس لئے وہ اس میں سعی بلیغ سے کام لیتے اس کی تحصیل میں اپنی عمریں ضائع کرتے ہیں، کیا ان لوگوں کو ہادی برحقؐ کے اس ارشاد کی

Marfat.com

نہیں کہ آپؐ نے حضرت عمرؓ کو تختیوں پر توراۃ لکھ کر محفوظ کرتے دیکھا تو غضبناک ہو کر فرمایا کہ اگر حضرت موسیٰؑ بھی اس وقت زندہ ہوتے تو ان کے لئے میری اتباع سے مفر کی کوئی صورت نہ ہوتی۔ جب آپ نے حضرت موسیٰؑ کی سرتاپا تورات میں حضرت عمرؓ کے توغل اور غیر معمولی انہماک کو پسند نہیں فرمایا، تو آخر اس فن کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے جو متشککین اور گم کردہ راہ لوگوں کی وضع و اختراع کا نتیجہ اور تمام تر کذب و افترار کا مجموعہ ہے، کس قدر افسوس اور تعجب اُن منطقیوں پر ہے جو ضلالت و تاریکی میں بھٹک رہے ہیں [1]

وفات امام دمیاطی کا کبرسنی میں اچانک انتقال ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز درس دینے کے بعد ان پر غشی طاری ہوئی، ان کے شاگرد ان کو گھر لائے، یہاں پتہ چلا کہ ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی ہے۔ ابن کثیر کا بیان ہے کہ وہ اس دن روزے سے تھے، تاریخ وفات ۱۰ یا ۱۵ ذوقعدہ ۷۰۵ھ بتائی جاتی ہے، دوسرے دن باب النصر کے مقبرہ میں دفن کئے گئے، جنازہ میں بڑا مجمع شریک تھا [2]

حلیہ وہ نہایت شکیل و جمیل اور بڑے وجیہ تھے، اس لئے ان کو ابن الماجد کہا جاتا تھا، خوبصورتی کے اظہار کے موقع پر دمیاط میں یہی کہا جاتا تھا، چنانچہ اگر کسی دلہن کے غیر معمولی حسن و جمال کی تعریف کی جاتی تھی، تو کہتے تھے، ھٰذا ابن الماجد (گویا وہ ابن ماجد ہے)

تصنیفات دمیاطی کثیر التصانیف تھے، حدیث، موالید، فقہ اور لغت وغیرہ میں ان سے عمدہ اور بیش قیمت کتابیں یادگار ہیں، ان سب کو ان کے زمانہ میں بڑی شہرت و مقبولیت حاصل تھی، مگر اب غالباً سب نایاب ہیں۔

(۱) کتاب التسلی والاغتباط بثواب من تقدم من الافراط۔ یہ ایک کراسہ کے بقدر ہے، اس میں حدیثوں کے اسناد و متون دونوں ذکر کئے گئے ہیں۔

(۲) تساعیات مطلقہ (۳) کتاب ذکر ازواج النبی واولادہ واسلافہ (۴) کتاب الذکر والتسبیح

---

[1] بستان المحدثین [2] ایضاً وتذکرہ ج ۴ وحسن المحاضرہ ج ۱ والبدایہ ج ۱۴ [3] البدایہ ج ۱۴

اعقاب الصلوٰۃ (۵) العقد الثمین فیمن اسمہ عبدالمومن (ایک جلد)۔

(۶) کتاب فضل الخیل۔ محدثین کے طریقہ پر ایک جلد میں مرتب کی گئی ہے، مدینہ کے کتب خانہ شیخ الاسلام میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے [1]

(۷) کتاب فضل صوم ست من شوال۔ حافظ ابن کثیرؒ نے اس کو مفید، جید اور بے نظیر کتاب بتایا ہے۔

(۸) قبائل الخزرج والاوس (ایک جلد میں)۔

(۹) کشف المغطی فی تبیین الصلوٰۃ الوسطیٰ، یا کتاب الصلوٰۃ ایک جلد میں عمدہ کتاب ہے۔

(۱۰) المتجر الرائج فی ثواب العمل الصالح (۱۱) مجالس بغدادیہ (۱۲) مجالس دمشقیہ۔

(۱۳) مختصر السیرۃ النبویہ (یا سیرت مشہورہ) ایک جلد میں سیرت پر عمدہ کتاب ہے۔ اس کے بعد اس موضوع پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں۔ یہ ان میں سے اکثر کا ماخذ ہے، اہل تذکرہ کا بیان ہے کہ یہ جمیع علمائے سیرت کے لئے رہبر کی حیثیت رکھتی ہے۔

(۱۴) معجم۔ اس میں تیرہ سو (۱۳۰۰) سے زائد شیوخ کے ناموں کو چار جلدوں میں جمع کیا گیا ہے مگر صاحب کشف الظنون کا بیان ہے کہ یہ ایک ہزار شیوخ کے ناموں پر مشتمل ہے۔

علامہ دمیاطی کی تصنیفات میں چند اربعینیات بھی ہیں:۔

(۱۵) اربعین تساعیات الاسناد والابدال (۱۶) اربعین جلیہ فی احکام النبویہ (۱۷) اربعین فی الجہاد (۱۸) اربعین متباینۃ الاسناد (۱۹) اربعین موافقات عوالی۔

ان کی بعض تصنیفات سو حدیثوں پر مشتمل ہیں۔

(۲۰) مأۃ تساعیہ فی الموافقات وابدال العلیہ [2]

---

[1] مقالات سلیمان دوم [2] بستان المحدثین

امام ولی الدین خطیب تبریزی

(متوفی بعد ۷۳۷ھ)

نام ونسب محمد نام، ابو عبداللہ کنیت، اور ولی الدین لقب تھا، لیکن خطیب تبریزی کے نام سے زیادہ مشہور ہیں، باپ کا نام عبداللہ اور دادا کا نام محمد تھا۔

خاندان ووطن آذربائیجان کے مشہور اور بڑے شہر تبریز کو ان کے وطن ہونے کا فخر حاصل ہے اس کی نسبت سے وہ تبریزی کہلاتے تھے، اور خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ سے نسبی تعلق تھا، اس بناء پر عمری بھی کہلاتے تھے۔

اساتذہ ان کے ایک استاذ شیخ حسین محمد بن عبداللہ طیبی کا نام معلوم ہو سکا ہے جن کی وہ اور ابیاء سے خطیب نے مشکوٰۃ المصابیح مرتب کی تھی، جس کی خود طیبی سے ایک بسوط شرح لکھی، حافظ ابن حجر طیبی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:۔

امر بعض تلامذتہ باختصار	طیبی نے اپنے ایک شاگرد کو امام بغوی
المصابیح علی طریقۃ فصنعہ	کی مصابیح کو اسی طرز پر مختصر کرنے کا حکم
وسماہ بالمشکوٰۃ وشرح	دیا اور اس کا نام مشکوٰۃ رکھا اور اس کی ایک
شرحا حافلا [1]	مبسوط شرح لکھی۔

---

[1] الدرر الکامنہ جلد ۲

Marfat.com

تلامذہ | شاگردوں میں بھی صرف ایک ہی نام امام الدین علی بن مبارک شاہ ساؤجی کا ملتا ہے، حافظ مزی کے خاص شاگرد تھے، اور مشکوٰۃ ان ہی کی روایت سے رائج اور مشہور ہوئی حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے خلف رشید حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے اپنی مشکوٰۃ کی سندیں بیان کرتے ہوئے ان کا نام تحریر کیا ہے[1]

علم و فضل | ملا علی قاری فرماتے ہیں "وہ علم و فضل اور حقائق و دقائق کا بحر بیکراں تھے، ان کی کتابیں ان کے وسعت علم و نظر اور غیر معمولی فضل و کمال پر شاہد ہیں[2]"، بلاشبہ مشکوٰۃ تبریزی کے فضل و کمال، علمی تبحر اور حدیث میں عظمت و برتری کا ثبوت ہے۔

زہد و ورع | جن مصنفین نے خطیب تبریزی کا ذکر کیا ہے، وہ ان کے علم و فضل کی طرح صلاح و تقویٰ کے بھی معترف ہیں، ان کے استاذ علامہ طیبی نے ان کو "بقیۃ الاولیاء قطب الصلحا" اور ملا علی قاری نے "تقی نقی" لکھا ہے[3]

فقہی مسلک | مشکوٰۃ کی ترتیب و تبویب سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شافعی المذہب تھے

وفات | خطیب تبریزی کے حالات زندگی پردۂ خفا میں ہیں، اس لیے ان کے سن ولادت کی طرح سن وفات کا بھی علم نہ ہو سکا مگر یہ مسلّم ہے کہ ۷۳۷ھ کے بعد ان کا انتقال ہوا تھا، کیونکہ اسی سال وہ مشکوٰۃ کی ترتیب و تالیف سے فارغ ہوئے تھے۔

تصنیفات | ان سے دو کتابیں یادگار ہیں، ممکن ہے انہوں نے اور کتابیں بھی لکھی ہوں جو اب ناپید ہیں:۔

۱۔ **مشکوٰۃ المصابیح**۔ یہ حدیث کی بڑی اہم اور مقبول کتابوں میں ہے، اور صحاح ستہ اور دوسری مستند کتب حدیث کا مجموعہ ہونے کی بناء پر خود بھی بہت معتبر سمجھی جاتی ہے، اس کی ترتیب اور تالیف میں امام بغوی کی مشہور کتاب مصابیح السنہ پر اعتماد کیا گیا ہے، اور یہ دراصل اس کا تکملہ اور ذیل ہے، تبریزی نے اپنے استاذ علامہ طیبی کے مشورہ و ایماء سے اس کو مرتب

---

[1] اتحاف النبیہ وعجالۂ نافعہ [2] مقدمہ مشکوٰۃ از ابوبکر شاذلیؒ، [3] مقدمہ مشکوٰۃ از ابوبکر شاذلیؒ۔

Marfat.com

کیا تھا، علامہ طیبی فرماتے ہیں :۔

"مجھ میں اور میرے دینی بھائی محمد بن عبداللہ خطیب میں ایک مجموعۂ احادیث مرتب کرنے کے لئے مشورہ ہوا، اور طے پایا کہ مصابیح کا تکملہ لکھا جائے، اور اس کو از سر نو مرتب کیا جائے، چنانچہ انہوں نے میری خواہش کے مطابق پوری محنت وجانفشانی سے یہ مجموعہ مرتب کیا۔"

خود خطیب تبریزی کو بھی اعتراف ہے کہ انہوں نے یہ کتاب اپنے استاذ کی مدد اور مشورہ سے لکھی۔

گو مشکوٰۃ المصابیح مصابیح السنہ کا تکملہ ہے، تاہم اس میں کہیں کہیں حذف واضافہ سے کام لیا گیا ہے، اس کی وجہ سے دونوں میں کسی قدر فرق بھی ہو گیا ہے، اور مشکوٰۃ کی حدیثوں کی تعداد بھی مصابیح سے زیادہ ہو گئی ہے، مشکوٰۃ کے اضافے کی نوعیت حسب ذیل ہے:۔

۱۔ امام بغوی نے اختصار کے خیال سے سندیں حذف کر دی تھیں اور کتابوں کے حوالے بھی نہیں دیئے تھے، خطیب تبریزی نے حوالے بھی دے دیئے ہیں، اور اُن صحابہ کے نام بھی تحریر کیے ہیں، جن سے حدیثیں مروی ہیں، اس کی وجہ سے ہر حدیث کا ماخذ بھی معلوم ہو جاتا ہے اور اس کی صحت وقوت اور درجہ ومرتبہ کا بھی پتہ چل جاتا ہے۔ چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں :۔

"امام ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی کی کتاب المصابیح اپنے موضوع پر بہت جامع کتاب ہے، اس میں مختلف ومتفرق حدیثوں کو نہایت خوبی سے ضبط کیا گیا ہے، مگر اختصار کی بناء پر سندیں حذف کر دی گئی ہیں، یہی وجہ ہے کہ کچھ لوگوں نے اس پر اعتراض کیا ہے حالانکہ بغوی جیسے مستند شخص کا نقل کرنا ہی سند کی حیثیت رکھتا ہے[1]۔"

۲۔ امام بغوی نے ہر ہر باب میں دو ہی فصلیں قائم کی تھیں، لیکن امام تبریزی نے عموماً

---

[1] کشف الظنون ج ۲ [2] دیباچہ مشکوٰۃ

Marfat.com

تین فصلیں قائم کی ہیں۔ پہلی فصل میں تو بغوی کی طرح صرف صحیحین کی روایتیں درج کی ہیں اور دوسری میں ان ائمہ کے علاوہ جن سے بغوی نے روایتیں نقل کی ہیں بعض دوسرے ائمہ فن کی کتابوں کی حدیثیں بھی شامل کر دی ہیں، اور تیسری فصل میں جو بغوی کے یہاں نہیں ہے، مرفوع حدیثوں کے علاوہ ابواب کے مناسب آثار صحابہ وتابعین نقل کرتے راویوں کے نام اور کتابوں کے حوالے دے دیئے ہیں، جیسا کہ لکھتے ہیں:۔

"ترتیب وتبویب میں صاحب مصابیح کی پیروی کی گئی ہے، البتہ ہر باب کو عموماً تین فصلوں میں منقسم کیا گیا ہے، پہلی فصل میں شیخین یا ان میں سے کسی ایک کی حدیثیں جمع کی گئی ہیں اور دوسری فصل میں ائمہ صحاح (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی) کے علاوہ جن سے شیخ نے روایتیں نقل کی ہیں، امام مالک، شافعی، احمد، دارقطنی، بیہقی اور رزین ابن معاویہ وغیرہ کے مرویات بھی شامل کئے گئے ہیں، تیسری فصل میں مقررہ شرطوں[1] کے مطابق اس کے ابواب کے ہم معنی سلف وخلف سے منقول مناسب الحاقات درج ہیں[2]"

۳۔ صاحب مصابیح نے جن حدیثوں کی غرابت یا ضعف ونکارت کی جانب صرف اشارہ کیا ہے، صاحب مشکوٰۃ نے اس کی غرابت یا ضعف ونکارت کے وجوہ بھی بتا دیئے ہیں اور جن کے بارے میں انہوں نے سکوت اختیار کیا ہے، ان کے سلسلہ میں صاحب مشکوٰۃ نے بھی سکوت سے کام لیا ہے، البتہ بعض جگہ کسی خاص مصلحت وضرورت کے تحت بعض وضاحتیں کی ہیں، جیسے ان روایتوں کے سلسلہ میں جن پر کوئی طعن کیا گیا ہے، اور امام بغوی نے ان کے بارے میں سکوت اختیار کیا ہے تو ان کے سکوت کے باوجود امام تبریزی نے ان کی اصل حقیقت واضح کر کے یہ بتایا ہے کہ وہ حسن ہیں یا ضعیف؟

۴۔ جن حدیثوں کو صاحب مصابیح نے مکمل نہیں نقل کیا ہے، امام تبریزی نے کسی خاص مصلحت کے تحت ابواب کی مناسبت سے ان کو مکمل ذکر کیا ہے۔

---

[1] مقررہ شرطوں سے صحابہ یا تابعین کے ناموں اور حوالوں کی تخریج مراد ہے [2] دیباچہ مشکوٰۃ۔

حذف واختصار اس طور پر کیا گیا ہے۔

۱۔ مصابیح کی مکرر حدیثوں کو مشکوٰۃ میں تکرار کی وجہ سے نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

۲۔ مفصل اور طویل روایتوں کی غیر ضروری طوالت وتفصیل کو حذف کر کے مختصر روایتیں نقل کی گئی ہیں۔

۳۔ امام بغوی نے جن طویل حدیثوں کو کسی ایک ہی باب میں تحریر کیا ہے امام تبریزی نے ان کے کچھ حصے تو اسی باب میں نقل کئے ہیں، مگر دوسرے حصوں کو ان کے مناسب دوسرے باب میں نقل کیا ہے۔

استدراک | مشکوٰۃ میں کہیں کہیں بغوی پر استدراک بھی کیا گیا ہے، جیسے مصابیح کی پہلی فصل میں بعض ایسی حدیثیں شیخین کی جانب منسوب کی گئی ہیں، جو درحقیقت ان کے بجائے دوسرے محدثین کی کتابوں میں مذکور ہیں، اسی طرح دوسری فصل کی بعض حدیثیں جو شیخین کے بجائے اور ائمہ حدیث کی جانب منسوب کی گئی ہیں، حالانکہ وہ شیخین کی کتابوں میں درج ہیں، امام تبریزی نے ان دونوں قسموں کی غلطیوں کی تصحیح کر دی ہے، اس کی وجہ سے مشکوٰۃ کی پہلی فصل میں بعض دوسرے ائمہ کی اور دوسری فصل میں شیخین کی حدیثیں بھی شامل ہوگئی ہیں، لیکن تبریزی نے اس طرح کے مواقع پر تصریح وضاحت کر دی ہے۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ امام تبریزی نے امام بغوی ہی کی تحقیق پر اعتماد کر لینے کو کافی نہیں سمجھا ہے، بلکہ خود بھی مراجعت کر کے حدیثوں کے بارے میں چھان بین کی ہے، جیسا کہ تحریر فرماتے ہیں۔

"اگر تم کو مشکوٰۃ کی پہلی اور دوسری فصلوں میں اصل کتاب (مصابیح) سے کوئی فرق واختلاف نظر آئے، مثلاً پہلی فصل میں شیخین کے علاوہ اور ائمہ حدیث کی یا دوسری فصل میں شیخین کی روایتیں درج ملیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے خود بھی تحقیق وکاوش کی ہے اور حمیدی کی الجمع بین الصحیحین اور ابن اثیر کی جامع الاصول کا تتبع کر کے صحیحین کے متن پر

اعتماد کیا ہے[1]۔"

ایک اور جگہ اپنی تلاش و تفحص کا اس طرح ذکر کرتے ہیں :۔

"میں نے حدیثوں کی تلاش و جستجو اور تحقیق و تفتیش میں اپنے امکان بھر پوری جد و جہد کی ہے[2]۔"

شروح و حواشی مشکوٰۃ المصابیح کی اہمیت و مقبولیت کا یہ بھی ثبوت ہے کہ محدثین اور علمائے فن نے اس کے ساتھ بڑا اعتنا کیا ہے، اور اس کی متعدد شرحیں، تعلیقات اور حواشی لکھے گئے ہیں، اور فارسی، اردو، انگریزی اور ترکی زبانوں میں اس کے ترجمے کئے گئے ہیں۔

شرحوں اور حواشی کے نام یہ ہیں :۔

۱۔ **الاکمال فی اسماء الرجال**۔ یہ رسالہ خود خطیب تبریزی کی تصنیف ہے، اس میں انہوں نے مشکوٰۃ کے رجال پر گفتگو کی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس کو لکھ کر انہوں نے جب اپنے استاد علامہ طیبی کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے مشکوٰۃ کی طرح اس کو بھی بہت پسند کیا تھا، اس کے قلمی نسخے کئی کتب خانوں میں ہیں، اور یہ چھپ بھی گیا ہے۔

۲۔ **الکاشف عن حقائق السنن**۔ یہ علامہ طیبی کی شرح ہے، خطیب تبریزی کی اس سے بڑھ کر خوش نصیبی اور مشکوٰۃ کی مقبولیت اور اہمیت اور کیا ہو سکتی ہے کہ خود ان کے استاذ نے شرح لکھی، چنانچہ فرماتے ہیں :۔

"جب وہ مشکوٰۃ کی تالیف مکمل کر چکے تو میں اس کی شرح لکھنے کے لئے کمر بستہ ہوا اس میں مشکوٰۃ کے مشکل مباحث اور غریب الفاظ کو حل کیا گیا ہے اور نکات و لطائف مستنبط کئے گئے ہیں اور نحوی مشکلات اور معانی و بیان کے مسائل سے بھی بقدر ضرورت تعرض کیا گیا ہے، ان مباحث کی تحقیق کے لئے جن ائمہ فن کی کتابوں کا تتبع کیا گیا ہے ان کے حوالے بھی دے دیئے گئے ہیں، حوالے کے لئے مخصوص علامتیں اور نشان

---

[1] دیباچہ مشکوٰۃ [2] ایضاً

مقرر کئے گئے ہیں، جہاں حوالے نہیں دیئے گئے ہیں، وہ میرے اپنے نتائج فکر ہیں جو لوگ اس کو انصاف کی نظر سے دیکھیں گے وہ اس کو نہایت مختصر، جامع اور محققانہ کتاب پائیں گے[1]

شروع میں حدیث کے اصول و اصطلاحات اور اس کے اقسام و انواع، نیز جرح و تعدیل پر مفید بحث کی گئی ہے، یہ مشکوٰۃ کی اہم اور مفید شرح ہے، جو شرح طیبی کے نام سے مشہور ہے غالباً ابھی تک چھپی نہیں۔

۳۔ **حاشیہ سید شریف**۔ علامہ سید شریف علی بن محمد بن علی جرجانی (م ۸۱۶ھ) نے مشکوٰۃ پر ایک مفید حاشیہ قلم بند کیا تھا۔ اس کا ایک قلمی نسخہ خدا بخش خاں لائبریری پٹنہ میں موجود ہے[2]

۴۔ **ھدایۃ الرواۃ الی تخریج المصابیح والمشکوٰۃ**۔ یہ حافظ ابن حجر (م ۸۵۲ھ) کی تصنیف ہے، اس میں مصابیح و مشکوٰۃ دونوں کی حدیثوں کی تخریج کی گئی ہے[3] اور یہ دراصل مناوی کی لباب الصدر کا خلاصہ ہے[4]

۵۔ **منہاج المشکوٰۃ**۔ عبدالعزیز بن محمد بن عبدالعزیز البہری (م ۸۹۵ھ) نے امیر علی شیر کے لئے یہ شرح لکھی تھی[5]

۶۔ **فتح الالہ فی شرح المشکوٰۃ**۔ یہ علامہ شہاب الدین، احمد بن محمد بن محمد بن علی بن حجر ہیثمی شافعی (م ۹۷۴ھ) کی شرح ہے[6]

۷۔ **مرقاۃ المفاتیح**۔ یہ احادیث کے مشہور خادم اور نامور حنفی عالم شیخ نورالدین علی بن سلطان بن محمد ہروی المعروف ملا علی قاری (م ۱۰۱۴ھ) کی ممزوج شرح ہے، جو چار جلدوں پر مشتمل ہے، اس میں پہلے کی تمام شرحوں اور حواشی کے مباحث کے علاوہ دوسرے مفید اور ضروری معلومات تحریر کئے گئے ہیں، اس حیثیت سے اس کو بہت جامع اور اہم خیال کیا جاتا ہے[7]، ملا صاحب اس کے متعلق خود تحریر فرماتے ہیں:۔

---

[1] کشف الظنون ج ۲ [2] فہرست ج ۱ [3] کشف الظنون ج ۲ [4] ایضاً [5] کشف الظنون ج ۱ [6] ایضاً

"چونکہ مشکوٰۃ المصابیح احادیث نبوی کی ایک جامع کتاب ہے، اس لئے مجھ کو اس کے مطالعہ کا شوق ہوا، اور میں نے حرم کے شیوخ سے اس کو پڑھا مگر ان لوگوں کے پاس کوئی صحیح اور مستند نسخہ نہ تھا، اور شارحین نے محض بعض لفظوں کو ضبط کیا تھا، اس لئے میں نے مختلف نسخوں سے مقابلہ و تصحیح کر کے ایک صحیح نسخہ تیار کیا، اور پھر ایک لطیف شرح لکھی اس میں الفاظ کو بھی ضبط کیا گیا ہے، اور روایتوں کی فنی بحث و تحقیق کر کے ان کے معانی و مطالب کی تشریح بھی کی گئی ہے"[1]

۸۔ انوار المشکوٰۃ۔ یہ ملا علی قاری کے بعد کے کسی فاضل کی تصنیف ہے، اس میں مشکوٰۃ کی تین فصلوں پر ایک اور فصل کا اضافہ کر کے چار فصلیں قائم کی گئی ہیں۔ چوتھی فصل میں ان سات ائمہ حمیدیؒ، ابن اثیرؒ، صغانیؒ، قضاعیؒ، تلیشیؒ، نوویؒ، اور مدینیؒ کی کتابوں سے ایسی روایتیں درج کی گئی ہیں، جو مجتہدین فی المذہب کی مستدل بہا ہیں، اور اس طرح یہ مشکوٰۃ مرقاۃ دونوں کی شرح ہے[2]

۹۔ لمعات التنقیح۔ ہندوستان کے نامور محدث حضرت شاہ عبدالحق دہلویؒ (م ۱۰۵۲ھ) نے مشکوٰۃ پر بڑا کام کیا ہے، یہ ان کی عظیم الشان تصنیف اور مشکوٰۃ کی اہم شرح ہے، ان کا بیان ہے کہ:-

"حرمین سے واپسی اور وہاں کے شیوخ سے روایت حدیث کی اجازت لینے کے جب حدیث نبویؐ کی خدمت کی سعادت بندہ کو میسر آئی، تو خواہش ہوئی کہ مشکوٰۃ المصابیح جس کی غیر معمولی شہرت ہے، شرح لکھی جائے اور اس میں علماء نے اپنی کتابوں میں فوائد لکھے ہیں یا جو شیوخ وقت سے ہم نے سنے ہیں، یا جو ہمارے دل میں ہیں، اہل طلبہ کے سامنے بیان کر دیا جائے۔ بعض مخلص دوستوں کی رائے ہوئی کہ فارسی شرح لکھنا زیادہ بہتر اور مفید ہوگا، لیکن آغاز کرنے اور اس کے لئے معلومات جمع کرنے

---

[1] فہرست کتب خانہ خدیویہ مصر ج ۱ ص ۱۶ [2] کشف الظنون ج ۲ ص ۱۷۶۲

Marfat.com

کے بعد محسوس ہوا کہ اس کو فارسی میں تحریر کرنا مناسب نہیں، تاہم دوستوں کی بات بھی ٹالی نہیں جاسکتی تھی، اس لئے عربی و فارسی دونوں میں ساتھ ساتھ شرح لکھنا شروع کیا۔ عربی کی شرح پہلے مکمل ہوگئی۔

لمحات التنقیح دو جلدوں میں عربی شرح ہے، جو بڑی فکر و کاوش اور تحقیق و تدقیق سے لکھی گئی ہے، اور گوناگوں علمی مباحث، لطیف تحقیقات اور مفید معلومات کا مجموعہ ہے، یہ متوسط اور عمدہ شرح ہے، اس میں نہ زیادہ تفصیل سے کام لیا گیا ہے، اور نہ اختصار سے لغوی، ونحوی مشکلات اور فقہی مسائل کو بڑی خوبی سے حل کیا گیا ہے، اور احادیث کی فقہ حنفی سے مطابقت دکھانے کی پوری کوشش کی گئی ہے ۱۳۲۵ھ میں اس کی تالیف مکمل ہوئی تھی شروع میں ایک مفید و جامع مقدمہ میں شاہ صاحب نے اصول حدیث کے مباحث تحریر کئے ہیں یہ مقدمہ مشکوٰۃ کے متن کے ساتھ اور علیحدہ بھی طبع ہو کر بہت مقبول ہوا لیکن اصل شرح ابھی تک غیر مطبوعہ ہے قلمی نسخے ہندوستان کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔

۱۰۔ **اشعۃ اللمعات** حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی فارسی شرح اور چار جلدوں پر مشتمل ہے، اس کو بڑی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی اور یہ متعدد بار چھپی۔ گو عربی شرح میں شاہ صاحب نے زیادہ کد و کاوش کی ہے، تاہم یہ بھی نہایت جامع اور بے نظیر ہے شیخ کی تصانیف کی ترتیب سے فارغ ہوئے تھے، پہلی جلد میں ایک مقدمہ ہے جس میں فن حدیث اور اس کے مصطلحات کے علاوہ متعدد اکابر محدثین کا مختصر تذکرہ ہے، جو اعظم پریس لاہور سے علیحدہ بھی چھپا تھا، شرح میں لغات و مطالب کو عمدہ طور پر حل کیا گیا ہے، اور وہ مفید معلومات پر مشتمل ہے، فقہ حنفی کے مسائل کی وضاحت کے سلسلہ میں یہ بہت عمدہ شرح ہے[1]

۱۱۔ **جامع البرکات منتخب شرح المشکوٰۃ**۔ شاہ صاحب نے اس کی دو جلدوں میں اپنی شرح مشکوٰۃ کا خلاصہ تحریر کیا ہے[2]

---

[1] اتحاف النبلاء [2] ایضاً [3] حیات شیخ عبدالحق دہلوی

۱۲۔ اسماء الرجال والرواۃ المذکورین فی کتاب المشکوۃ — یہ اسماء الرجال پر حضرت شیخ کی مشہور تصنیف ہے، اس میں مشکوٰۃ کے تمام رواۃ کی فہرست اور ان خلفائے راشدین اور اہل بیت کے حالات و مناقب بیان کئے گئے ہیں، اس کا قلمی نسخہ بانکی پور پٹنہ کی لائبریری میں موجود ہے، مگر ابھی تک شائع نہیں ہوئی [1]

۱۳۔ **مظاہر حق** ۔ یہ اردو میں مشکوٰۃ کا ترجمہ اور اس کی مختصر شرح ہے، ترجمہ کی ابتدا شاہ محمد اسحٰق صاحب دہلویؒ نے کی تھی، مگر پھر ان کی ایماء اور مشورے سے مولانا قطب الدین خاں دہلوی (م ۱۲۸۹ھ) نے اس کو شرح کی شکل دی۔ اردو میں ہونے کی وجہ سے ایک زمانے میں اس سے عوام کو بڑا فیض پہنچا۔ مظاہر حق کی زبان و طرز بیان کی قدامت کی بناء پر دار العلوم دیوبند کے بعض فضلاء نے اس کو موجودہ دور کی سہل اور سلیس زبان میں معارف مشکوٰۃ کے نام سے شائع کیا ہے۔ پہلی جلد کے جو ۱۹۶۰ء میں چھپی ہے، آغاز میں اصول حدیث کے مسائل و مباحث پر ایک مقدمہ بھی ہے۔

۱۴۔ **تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ** ۔ یہ مشکوٰۃ پر مختصر مفید حاشیہ ہے، شارح مولانا ابوالوزیر سید احمد حسن دہلوی (م ۱۳۲۸ھ) علامہ میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی کے شاگرد تھے، اس کا صرف ابتدائی نصف حصہ ۱۳۲۵ھ میں دہلی کے مطبع انصاری سے شائع ہوا ہے۔

۱۵۔ **التعلیق الصبیح علی مشکوٰۃ المصابیح** ۔ یہ شرح مولانا محمد ادریس کاندھلوی تحریر کی ہے، اس کی چار نامکمل جلدیں دمشق سے ۱۳۵۴ھ میں شائع ہوئی ہیں۔

۱۶۔ **مشکوٰۃ مع حاشیہ و تعلیق** ۔ ۱۳۸۰ھ میں ابوبکر شاذلی نے مشکوٰۃ کا متن کئی نسخوں سے مقابلہ و تصحیح کر کے ناصر الدین البانی کے تحشیہ و تعلیقات کے ساتھ دمشق سے شائع کیا ہے اس میں حدیثوں پر ہندسہ کے دو طرح کے نمبر دیئے گئے ہیں، ایک تو کتاب کی مسلسل حدیثوں کے لحاظ سے ہے، اور دوسرے سے ابواب کی حدیثوں کی تعداد ظاہر ہوتی ہے، حواشی میں

---

[1] حیات شیخ عبدالحق دہلوی

Marfat.com

کے غریب اور مشکل الفاظ اور وضاحت طلب امور کی تشریح کے علاوہ صاحب مشکوٰۃ کی مسامحتوں کا بھی ذکر ہے، جیسے غلط حوالوں کی تصحیح کی گئی ہے، اور جہاں سرے سے حوالے نہیں دیئے گئے ہیں وہاں حوالوں کی تخریج کی گئی ہے اور جہاں ایک ہی حوالہ تحریر کیا گیا ہے، وہاں مزید دوسرے حوالے بھی تحریر کئے گئے ہیں، بعض جگہ مشکوٰۃ میں دو حوالے دے کر الفاظ کو ان میں سے کسی ایک کا بتایا گیا ہے، لیکن محشی نے اس کے بجائے دوسری کتاب کے الفاظ بتائے ہیں، بعض حدیثوں کو مشکوٰۃ میں مرفوع، متصل اور مسند بتایا گیا ہے، لیکن حاشیہ میں ان کے موقوف منقطع اور مرسل ہونے کا ذکر ہے، اسی طرح اس میں جن کو موقوف وغیرہ کہا گیا ہے، اس میں ان کے برعکس ہونے کی تصریح کی گئی ہے، اسی طرح مشکوٰۃ میں اگر امام ترمذیؒ کی روایتیں نقل کر کے ان کی تصحیح و تحسین یا تضعیف وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے تو اس میں اس کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے جن حدیثوں کو مصنف نے نامکمل نقل کیا ہے، محشی نے اس کو مکمل نقل کر دیا ہے اور جن حدیثوں کے بعض الفاظ اور جملے نقل ہونے سے رہ گئے ہیں یا ان میں کسی طرح کا تغیر ہو گیا ہے تو حاشیہ میں ان کو اصل کے مطابق ٹھیک ٹھیک نقل کیا گیا ہے، اسی طرح جن حدیثوں کی سندیں ضعیف نقل ہوئی ہیں ان کے یا تو صحیح طرق بیان کئے گئے ہیں یا ان کی تقویت کے لئے شواہد و متابعات بھی ذکر کر دیئے گئے ہیں۔

یہ خوب صورت اور دیدہ زیب ایڈیشن تین جلدوں پر مشتمل ہے اور اس میں کئی فہرستیں بھی دی گئی ہیں شروع میں امام بغوی اور امام تبریزی کے حالات قلم بند کئے گئے ہیں، اور مصابیح و مشکوٰۃ پر مختصر تبصرہ کیا گیا ہے۔

۱۷۔ **نجاجۃ المصابیح** ۔ یہ مولانا سید ابو الحسنات عبداللہ شاہ حیدر آبادی کی تصنیف ہے اس کو مشکوٰۃ ہی کی طرز پر فقہی ابواب کے لحاظ سے مرتب کیا گیا ہے، اور عموماً کتب و ابواب بھی اسی سے لئے گئے ہیں، البتہ مشکوٰۃ میں جہاں عنوانات میں شافعی مسلک کی رعایت کی گئی ہے، اس میں وہاں فقہ حنفی کی رعایت مدنظر رکھی گئی ہے اور ساتھ ہی حواشی میں حدیثوں کی مختصر تشریح بھی کی گئی ہے اصل کتاب عربی میں لکھی گئی ہے، بعد میں اس کا اردو ترجمہ بھی شائع کیا گیا ہے۔

Marfat.com

۱۸۔ مرعاۃ المفاتیح۔ جمعیتہ اہل حدیث ہند کے ممتاز عالم ومحدث مولانا ابوالحسن عبیداللہ رحمانی مبارکپوری بھی مشکوٰۃ کی ایک مبسوط شرح لکھ رہے ہیں، اس کی تین جلدیں اب تک شائع ہوئی ہیں، اس میں پہلے کی اکثر شرحوں کا خلاصہ آگیا ہے، لائق شارح نے حدیثوں کی مفصل تشریح کرکے ان کے معانی ومطالب کی پوری وضاحت کی ہے، اس میں حدیث کے منکرین اور محدثین پر طعن وتشنیع کرنے والوں اور حدیثوں سے غلط نتائج مستنبط کرنے والوں کا جواب بھی دیا گیا ہے، اوران کے نقص تضاد کو بھی رفع کیا گیا ہے، فقہی اختلافات نقل کرنے اور ائمہ فقہ واجتہاد کے مذاہب ودلائل بیان کرکے مرجح وقوی مسلک کی تعیین کی گئی ہے، شارح نے عموماً محدثین کے مذہب کی تصویب کی ہے اور مرجوح اقوال پر بعض جگہ ردّ وکد بھی کی ہے، حدیثوں کی مشکلات لغوی ونحوی مسائل کو حل کرنے پر خاص دھیان دیا گیا ہے اور ان پر نقد وبحث کرکے ان کا درجہ ومرتبہ اور قوت وضعف کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔ رواۃ کے مختصر ترجمے اور بلاد واماکن کے متعلق ضروری معلومات تحریر کئے گئے ہیں، مشکوٰۃ کی پہلی اور تیسری فصل میں صحیحین کی حدیثیں نقل کی گئی ہیں اگران کی تخریج دوسرے محدثین نے بھی کی ہے تو اس کا ذکر کردیا گیا ہے، اسی طرح دوسری فصل کی حدیثوں کے لئے جو حوالے دیئے گئے ہیں، اگران کی تخریج ان کے علاوہ دوسرے محدثین نے بھی کی ہے، تو اس کی تصریح کردی گئی ہے، جہاں مصنف نے حوالے تحریر نہیں کئے ہیں، وہاں حوالوں کی تخریج کی گئی ہے، اگر مصنف سے الفاظ حدیث کے نقل کرنے میں کوئی مسامحت ہوئی ہے تو اس کی تصحیح کردی گئی ہے، یا اگر انہوں نے صحیحین کی جو حدیثیں پہلی فصل کے بجائے دوسری فصل میں اور دوسرے محدثین کی حدیثیں دوسری کے بجائے پہلی فصل میں بیان کی ہیں تو ان پر تنبیہ کی گئی ہے اور جن حدیثوں کو مصنف نے مختصر نقل کیا ہے، ان کو اس میں پوری نقل کردیا گیا ہے، مسلسل حدیثوں پر نمبر دیئے گئے ہیں اور ابواب کی حدیثوں پر علیحدہ بھی نمبر دیا گیا ہے، شروع میں کئی مفصل فہرستیں اور ایک مقدمہ ہے اس میں اصول حدیث پر عالمانہ گفتگو کی گئی ہے۔

Marfat.com

امام جمال الدین زیلعی

(متوفی ۷۶۲ھ)

نام ونسب | نام عبداللہ کنیت ابو محمد اور لقب جمال الدین تھا، سلسلۂ نسب یوں ہے، عبداللہ ابن یوسف بن محمد بن ایوب بن موسیٰ[1]

نام میں اختلاف ہے، بعض نے والد کا نام عبداللہ اور ان کا نام یوسف لکھا ہے[2]

ولادت ووطن | زیلعی کے سنہ ولادت کا علم نہیں ہوسکا مگر ان کا وطن زیلع نام کا ایک گاؤں ہے، جو بحر حبشہ کے ساحل پر ایک بندرگاہ ہے۔ اس کو دوسرے اکابر علم وفن کا وطن ہونے کا فخر بھی ہے[3] امام فخر الدین زیلعی شارحِ کنز کا وطن بھی یہی سرزمین ہے، امام جمال الدین اسی کی نسبت سے زیلعی کہلاتے ہیں۔

اساتذہ وشیوخ | بعض اساتذہ کے نام یہ ہیں:

ابن عقیل، شہاب احمد بن محمد بن فتوح تجیبی، شہاب احمد بن محمد بن قیس انصاری، اسکندر ابن تاج الدین، محمد بن عثمان، تقی الدین بن عبدالرزاق لخمی، جمال الدین عبداللہ بن احمد نوری، ابو محمد فخر الدین عثمان بن علی شارح کنز، قاضی علاؤ الدین بن ترکمانی، جلال الدین ابو الفتوح علی بن عبدالوہاب جبریری، شیخ محمد بن احمد بن عثمان[4]

حفظ وضبط | علمائے فن نے زیلعی کے حفظ وضبط اور ثقاہت و اتقان کا اعتراف کیا

---

[1] لحظ الالحاظ ذیل طبقات الحفاظ [2] الرسالۃ المستطرفہ [3] معجم البلدان، الفوائد البہیہ [4] لحظ الالحاظ

ہے، علامہ سیوطی نے ان کا مصر کے حفاظ حدیث اور نقادان فن میں تذکرہ کیا ہے، ارباب سیر و تذکرہ نے ان کو حافظ، متقن اور احد حفاظ الحدیث وغیرہ لکھا ہے [1]

حدیث میں درجہ | وہ حدیث میں بہت باکمال تھے، اس فن کی طلب وتحصیل اور کتب حدیث کی جمع وتالیف اور ہدایہ وکشاف کی حدیثوں کی تخریج سے ان کے علمی تبحر، وسعت نظر، حدیث میں کثرت اشتغال اور اس کے مباحث ومطالب پر دسترس اور متون وغیرہ سے مکمل واقفیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

وہ حدیثوں کے متون ومطالب کی طرح ان کے طرق واسناد پر بھی اچھی نظر رکھتے تھے اور فن جرح وتعدیل اور اسماء الرجال کے ماہر تھے، اس پر ان کی تخریج شاہد ہے، مولانا عبدالحئی لکھنوی فرماتے ہیں، زیلعی کی تخریج سے فن حدیث اور اس کی جزئیات وفروع میں ان کی وسعت علم ونظر اور اسماء الرجال میں تبحر کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے [2]

فقہ | فقہ میں بھی نہایت بلند پایہ تھے، اہل تذکرہ نے ان کی فقہی بصیرت اور تفقہ کا اعتراف کیا ہے، ان کی تخریج سے بھی ان کے فقہی کمال اور علمی جلالت کا اندازہ ہوتا ہے، مولانا انور کشمیری سے منقول ہے، کہ ابن ہمام نے ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں حنفی مذہب کے جو دلائل تحریر کئے ہیں وہ زیادہ تر زیلعی کی تخریج سے ماخوذ ہیں [3]

حدیث وفقہ دونوں میں امتیاز کی بناء پر اصحاب طبقات وتراجم نے ان کو امام لکھا ہے سیوطی نے ان کو "الامام الفاضل المحدث" اور ابن فہد نے "الفقیہ الامام" کہا ہے، حافظ ابن حجر فقہی مسلک میں اختلاف کے باوجود ان کو امام کے لقب سے موسوم کرتے ہیں [4]

علم وفن سے اشتغال | زیلعی اصلاً حدیث وفقہ میں زیادہ ممتاز تھے، مگر دوسرے علوم سے بھی ان کی دلچسپی کم نہ تھی، ان کے علمی اشتغال وانہماک کا تمام ارباب سیر نے ذکر کیا ہے [5]

---

[1] حسن المحاضرہ ج ۱ ومقدمہ تحفۃ الاحوذی [2] الفوائد البہیہ [3] مقدمہ نصب الرایہ [4] ملاحظہ ہو ذیل تذکرۃ الحفاظ وتلخیص نصب الرایہ [5] ذیل تذکرۃ الحفاظ ص ۱۲۸ والدرر الکامنہ ج ۲ وبدر الطالع ج ۱

فقہی مذہب | وہ مسلکاً حنفی تھے، اوران کا شمار اجلۂ احناف میں ہوتا ہے، اسی بنا پر وہ حنفی کی نسبت سے بھی مشہور ہیں، لیکن جیسا کہ آگے معلوم ہوگا ان کو اس مذہب میں غلو نہ تھا۔

سیرت واخلاق | بڑے ستودہ سیرت اور پاک خو تھے، طبیعت میں نرمی، مروت اور شرافت تھی، اس لیے دوسرے مسلک کے لوگوں کے لئے بھی ان کے قلب میں نہ صرف گنجائش تھی بلکہ وہ ان سے میل جول بھی رکھتے تھے، تواضع اور خاکساری کا یہ حال تھا کہ اپنے سے کمتر درجہ کے لوگوں کے ساتھ مل کر حدیث کی کتابوں کا مطالعہ کرنے میں ان کو کوئی تکلف نہ ہوتا تھا، سیرت واخلاق کی بلندی کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حنفی مذہب سے وابستہ ہونے کے باوجود ان کی طبیعت میں انصاف پسندی تھی، حدیثوں کی شرح وتوجیہ اوران کے مباحث و مسائل کی تحقیق میں فقہی وجماعتی عصبیت کو راہ نہ دیتے تھے، حافظ ابن حجر کو بھی اعتراف ہے کہ "امام زیلعی نہایت حق گو وانصاف پسند تھے، ہر باب میں اپنے مذہب کے مخالفین کے دلائل بھی نہایت فراخ دلی سے بیان کرتے ہیں اوران کو جو کچھ معلوم ہوتا تھا، اس کو بلا رد وکد نقل کرتے تھے"[1]

مقبولیت | اپنی اسی شرافت، حسن اخلاق، میانہ روی اور عدل پسندی کی وجہ سے ہر طبقہ و مسلک کے لوگوں میں بہت مقبول اور ہر دلعزیز تھے۔

عبادت و ریاضت | علمی کمالات کی طرح عبادت وریاضت اور تقویٰ وتدین میں بھی ممتاز تھے، کہا جاتا ہے کہ وہ مشائخ صوفیہ میں تھے، اور عبادت وریاضت اور مجاہدات سے بڑا شغف رکھتے تھے، ان کا دل رذائل سے پاک صاف تھا۔

وفات | مؤرخین کا اتفاق ہے کہ محرم ۷۶۲ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا، بعض نے تاریخ وفات ۱۱ محرم لکھی ہے، قاہرہ میں انتقال ہوا، اور یہیں تجہیز وتکفین بھی ہوئی[2]

تصنیفات | اوپر گذر چکا ہے کہ زیلعی کو علم وفن سے بڑا اشتغال تھا، اوران کا زیادہ وقت

---

[1] الدرر الکامنہ ج ۲ [2] ایضاً

Marfat.com

کتابوں کے مطالعہ اور حدیثوں کی جمع وتخریج میں گذرتا تھا، اس لئے ان سے متعدد کتابیں یادگار رہی ہوں گی مگر افسوس کہ ان کے حالاتِ زندگی بہت کم معلوم ہوسکے اور ان کی چند ہی کتابوں کا پتہ چل سکا، جو یہ ہیں۔

۱۔ **مختصر معانی الآثار**۔ یہ امام طحاوی کی مشہور اور بے نظیر کتاب معانی الآثار کا مختصر ہے، کوثری صاحب کا بیان ہے کہ ازہر کے کتب خانہ رواق اتراک اور استانہ کے کتب خانہ کو بریلی میں اس کے نادر قلمی نسخے موجود ہیں۔

۲۔ **تخریج احادیث الکشاف**۔ اس میں علامہ زمخشری کی مشہور تفسیر کشاف کی حدیثوں اور آثار کی تخریج کی گئی ہے، مگر حافظ ابن حجر کا بیان ہے کہ "جن مرفوع حدیثوں کو زمخشری نے اشارۃً ذکر کیا تھا، ان کی تخریج نہیں کی گئی ہے، اور موقوف آثار وروایات سے بھی تعرض نہیں کیا گیا ہے[1]"۔ اس کمی کے باوجود اس کے استیعاب کا انہوں نے اعتراف کیا ہے اور لکھا ہے کہ مرفوع حدیثوں کی تخریج اور ان کے اسناد وطرق کی وضاحت میں خصوصیت سے بڑا اہتمام کیا گیا ہے اور نہایت دقتِ نظر سے کام لیا گیا ہے، انہوں نے "الکافی الشاف فی تخریج احادیث الکشاف" کے نام سے ایک جلد میں اس کا خلاصہ لکھا تھا، اور ایک جلد میں اس پر استدراک بھی لکھا تھا اور ان موقوف آثار کی جن سے زیلعی نے کوئی تعرض نہیں کیا تھا، تخریج کی گئی ہے، یہ پتہ نہیں کہ اصل وتلخیص چھپیں یا نہیں؛ لیکن کتب خانہ خدیویہ مصر میں ان کے قلمی نسخے موجود ہیں۔

۳۔ **نصب الرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ**۔ یہ زیلعی کی بڑی مفید اور سب میں اہم اور مشہور کتاب ہے، اگر انہوں نے کوئی اور کتاب نہ لکھی ہوتی تو تنہا یہی کتاب ان کے فضل وکمال اور شہرت ومقبولیت کے لئے کافی تھی، اس میں انہوں نے فقہ حنفی کی مشہور ومعرکۃ الآراء کتاب الہدایہ کی حدیثوں کی تخریج کی ہے، اس کی بعض نمایاں اور اہم خصوصیات یہ ہیں:

(۱) یہ ہدایہ کی سب سے اہم اور پہلی تخریج ہے، اس کی اس سے عمدہ اور بہتر کوئی تخریج

---

[1] فہرست کتب خانہ خدیویہ مصر ج ۱

Marfat.com

ہیں لکھی گئی، پس اس کو ہدایہ کی تمام تخریجات میں مزیت اور اوّلیت کا شرف حاصل ہے، بعض لوگوں نے علاؤالدین ترکمانی کی بھی جو زیلعی سے پہلے گذرے ہیں، ایک تخریج ہدایہ کا ذکر کیا ہے، مگر یہ صحیح نہیں ہے، انہوں نے ہدایہ کی تخریج کے بجائے اس کی شرح اور خلاصہ لکھا تھا، البتہ ان کے ہمعصر حافظ عبدالقادر قرشی صاحب جواہر مضیہ کی تخریج کا ضرور ثبوت ملتا ہے، مگر یہ نہ تو متداول ہے، اور نہ اس کا کوئی مکمل نسخہ ہی موجود ہے، علاوہ ازیں قرشی کا طبقہ زیلعی سے متاخر ہے، اس لئے ان کی تخریج بھی زیلعی کے بعد لکھی گئی ہوگی، اس طرح حافظ ابن حجر کا زمانہ بھی زیلعی کے بعد کا ہے، اور ان کی کتاب درایہ دراصل نصب الرایہ کا ملخص ہے،

(۲) یہ تخریج لکھ کر مصنف نے جس طرح حنفی مذہب کی عظیم الشان خدمت انجام دی ہے، اسی طرح دوسرے فقہی مذاہب کی بھی غیر معمولی خدمت انجام دی ہے، کیونکہ انہوں نے صرف حنفی مسلک اور اس کے دلائل بیان کرنے ہی پر اس میں اکتفا نہیں کیا ہے، بلکہ دوسرے آئمہ کے مذاہب اور ان کے دلائل، تخریجات و تفریعات بھی تفصیل و وضاحت کے ساتھ بیان کئے ہیں، اس اعتبار سے یہ محض حنفی مذہب و مسلک ہی کا عمدہ اور بیش قیمت ذخیرہ نہیں ہے بلکہ اس کی حیثیت دائرۃ المعارف اور انسائیکلو پیڈیا کی ہے، جس میں تمام ائمہ مجتہدین و فقہائے امصار کے مسالک و دلائل کی مکمل تفصیل موجود ہے۔

مصنف نے جہاں اس میں حنفی ائمہ کی امہات کتب سے معلومات و مسائل نقل کیے ہیں وہیں شوافع میں بیہقی، نووی اور ابن دقیق العید، مالکیہ میں ابن عبدالبر اور حنابلہ میں ابن جوزی اور ابن عبدالہادی وغیرہ اساطین مذہب کی کتابوں کے مباحث و مناظرات کا بھی منتخب حصہ شامل کر دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ علمائے احناف کی طرح دوسرے مذاہب کے لوگ بھی اس سے نقل و استفادہ کرتے رہے ہیں، شوافع میں علامہ زرکشی اور حافظ ابن حجر کے اس سے اخذ و استفادہ کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

(۳) اس میں فقہ و حدیث اور رجال کی اکثر کتابوں کے مباحث و مطالب درج ہیں، اس لئے

Marfat.com

اس کر دیکھنے کے بعد ان کتابوں کی احتیاج باقی نہیں رہتی، متعدد ایسی کتابوں کے مندرجات بھی اس میں جمع کیے گئے ہیں، جو اب دستبرد حوادث سے معدوم ہو گئی ہیں، یا اگر ہیں تو اتنی کم یاب اور نادر الوجود ہیں کہ ان کا حصول و دسترس ہر شخص کے لئے ممکن نہیں، جیسے صحیح ابوعوانہ، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن السکن اور معاجم، مسانید اور سنن کے دوسرے متعدد مجموعے، ابن عبدالبر کی کتاب الاستذکار والتمہید یا بیہقی، خطیب، ابن عدی ابوحاتم اور ابن جوزی وغیرہ کی علل و رجال کی ناپید کتابیں۔

(۴) احکامی احادیث و روایات کے استقصا کے لحاظ سے یہ بے نظیر کتاب ہے، علاوہ ازیں حدیثوں سے مستنبط مسائل اور فقہی فوائد و مطالب پر مصنف نے بڑی عالمانہ گفتگو کی ہے، اور بحث و تحقیق اور تلاش و جستجو کا حق ادا کر دیا ہے۔

(۵) اس کی ایک اہم خصوصیت مصنف کی انصاف پسندی اور غیر جانب داری ہے، ان کا اصل مقصد ہدایہ کی حدیثوں کی تخریج اور حنفیہ کے نقطۂ نظر کے دلائل و شواہد پیش کرنا ہے، مگر جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے، انہوں نے دوسرے فقہی مذاہب اور ائمہ مجتہدین کے اقوال و دلائل بھی نہایت دیانت داری کے ساتھ بیان کئے ہیں، نہ کسی طرح کی عصبیت اور جانب داری سے کام لیا ہے، اور نہ اپنے مذہب و مسلک کی بے جا حمایت اور تائید کی ہے۔

(۶) صرف فقہی حیثیت ہی سے اس کی اہمیت نہیں ہے بلکہ یہ حدیث نبوی کی بھی نہایت مفید اور عظیم الشان خدمت ہے، کیونکہ یہ حدیث کے مباحث و مطالب، متون و اسناد اور اصول حدیث کے بعض مسائل پر نادر تحقیقات اور پُر مغز معلومات کا بھی ایک خزانہ ہے، چنانچہ حدیثوں کی صحت و عدم صحت اور اسناد و رجال کی قوت و ضعف کا اس سے مکمل اندازہ ہو جاتا ہے کیونکہ مصنف نے یہ تصریح کر دی ہے کہ اس سند میں فلاں راوی مجروح یا متکلم فیہ ہے اسی طرح اگر کسی حدیث کے ہم معنی دوسری حدیثیں بھی ہوتی ہیں تو وہ ان کو بھی مع سند و متن ذکر کر دیتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ جرح و تعدیل کے موضوع پر ائمہ فن، جہابذۂ محدثین اور علم

Marfat.com

دکے ماہرین کے اقوال کا یہ ایسا عظیم الشان ذخیرہ ہے، جو اصول حدیث اور اسماء الرجال کی ضخیم
روح و متداول کتابوں میں بھی موجود نہیں ہے، اگر ان سب بحثوں کو اکٹھا کر لیا جائے تو یہ فن
رح و تعدیل کا ایک ضخیم مجموعہ بن جائے گا۔

(۵) اس سے حدیثوں کے ماخذ و مرجع کا علم ہو جاتا ہے کیونکہ زیلعی نے ہر ہر حدیث کے بارے
میں یہ تحریر کر دیا ہے کہ اس کو کس محدث نے اپنی کس کتاب میں نقل کیا ہے۔

ان خصوصیات سے نصب الرایہ کی عظمت و اہمیت کا کسی قدر اندازہ کیا جا سکتا ہے۔
درحقیقت یہ فقہ و حدیث، اصولِ حدیث اور رجال کا ایسا مفید اور مستند ذخیرہ ہے جس سے کسی
ہے کوئی محدث و فقیہ بے نیاز نہیں رہ سکتا۔

حافظ ابن حجر نے الدرایہ فی تخریج نصب الرایہ کے نام سے اس کا ایک مختصر لکھا تھا
ہندوستان میں دو بار چھپا ہے اور قاسم بن قطلوبغا حنفی نے "میزان القویم فی تخریج احادیث
الہدایہ للمرغینانی" کے نام سے ذیل تحریر کیا تھا۔

تخریج زیلعی کا پہلا ایڈیشن ۱۳۵۷ھ میں مطبع عاوی لکھنؤ سے شائع ہوا تھا اور دوسرا ۱۳۵۸ھ
مطابق ۱۹۳۸ء میں مجلس علمی ڈابھیل نے نہایت اہتمام کے ساتھ چھاپا ہے، یہ ایڈیشن
مقدمہ اور مفید حواشی پر مشتمل ہے۔

Marfat.com

تذکرۃ المحدثین

(جلد دوم)

اس میں چوتھی صدی ہجری کے نصف آخر سے آٹھویں صدی ہجری کے اکثر مشہور اور
صاحب تصنیف محدثین کرام کے حالات وسوانح اور اُن کی خدمات کی تفصیل بیان کی گئی ہے

مرتبہ

ضیاءالدین اصلاحی

نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد

راولپنڈی — لاہور — ملتان — کراچی — سکھر — پشاور — کوئٹہ